بچوں کی دنیا
1989
مئی

بانی محمد امین شرقپوری
ماہنامہ
لاہور
منظور شدہ محکمہ تعلیم
بچوں کی دنیا
ننھی منی پیاری پیاری کہانیوں کا مختصر سا تصویری رسالہ
"بچوں کی دنیا" میں شائع کی گئی کہانیوں، نظموں اور فیچرز کے حقوق ایڈیٹر کے نام محفوظ ہیں، نقل و اشاعت کی اجازت نہیں
جلد ۴۱
شمارہ ۵
مئی ۱۹۸۹ء
لکھنے والے:
نعیم میاں
ستار طاہر
مقصود ایاز
امان اللہ نیئر شوکت
ضیا ساجد
گلزار احمد
طفیل اختر
اے حمید
ناصر لاشاری
مقبول دہلوی
اور بہت سے دوسرے
ایڈیٹر
محمد سلیم شرقپوری
معاون
فیصل امین
سرکولیشن منیجر:
محمد اشرف شیخ
یکے از مطبوعات:
سلیم پبلی کیشنز، شاہ عالم گیٹ، لاہور-۲۷
مقام اشاعت:
دفتر ماہنامہ "بچوں کی دنیا"
شاہ عالم گیٹ لاہور-۲۷
قیمت
-/۶
روپے
زر سالانہ
-/۹۰
روپے
(مع رجسٹری فیس)
سالنامہ، کہانی نمبر اور خاص نمبر سمیت
محمد نعیم شرقپوری پبلشر نے ناہد بشیر پرنٹرز ۱۰- ٹیپ روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر "بچوں کی دنیا" شاہ عالم گیٹ لاہور-۲۷ سے شائع کیا!

حمد باری تعالیٰ

میرا مولےٰ
سب سے اعلےٰ
پیارا پیارا
بھولا بھالا!
کون و مکان کا
ہے رکھوالا!
دریائے رحمت
نور کا پیالہ
ہر مسلم کے
دل کا اُجالا

قیصر داؤد قیصر
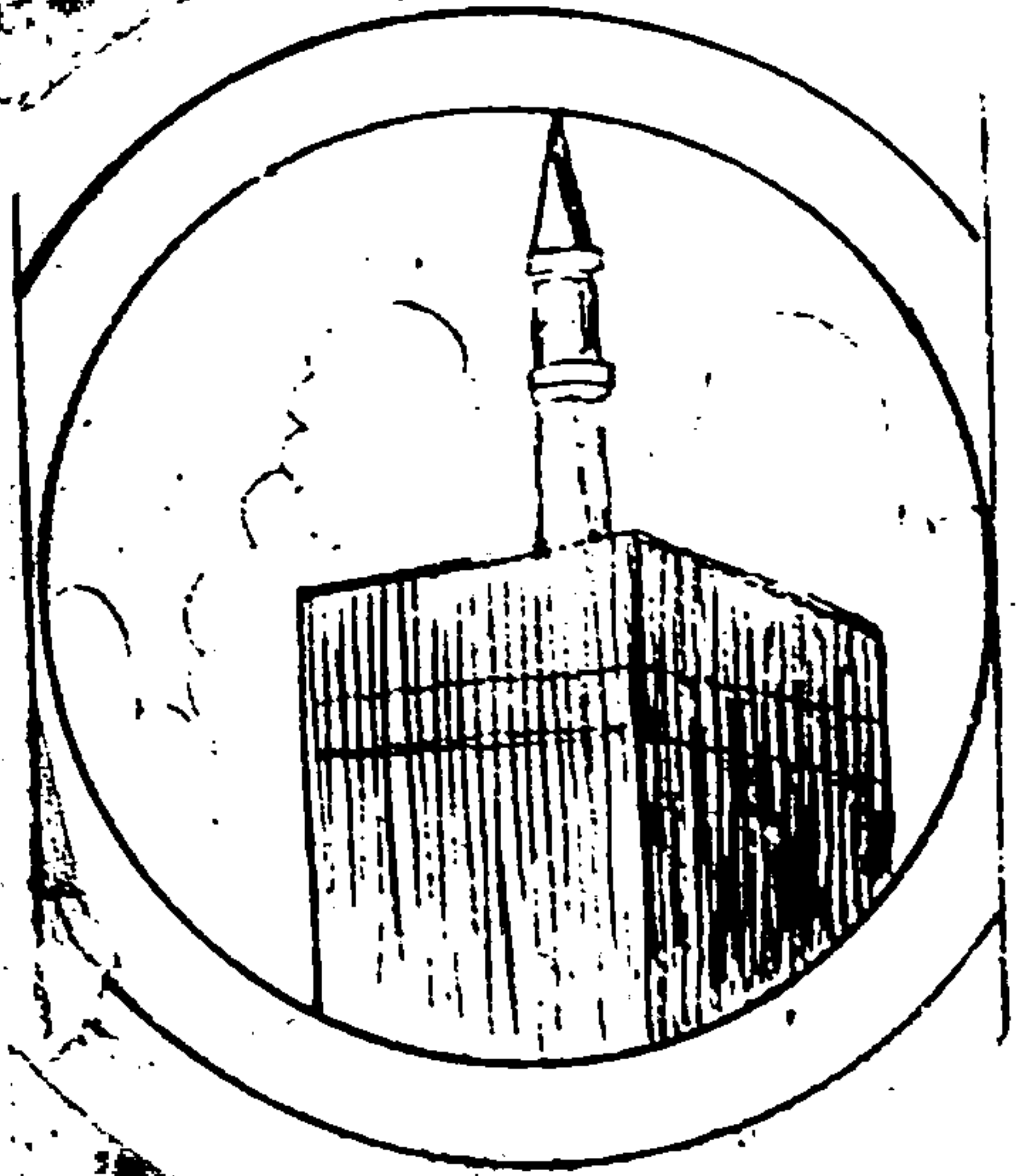
نعت رسولؐ

دو جگ کے مختار محمدؐ
نبیوں کے سردار محمدؐ
مونس، ہمدم، شافعِ محشر
اُمت کے غم خوار محمدؐ
اس پہ حرام ہے نارِ جہنم
کہہ دے جو اک بار محمدؐ
طوفانوں نے گھیرا آکر
کر دو بیڑا پار محمدؐ
اب تو بلا لو اپنے سحؔر کو
جلد اپنے دربار محمدؐ

سحؔر رومانی

سنیئے
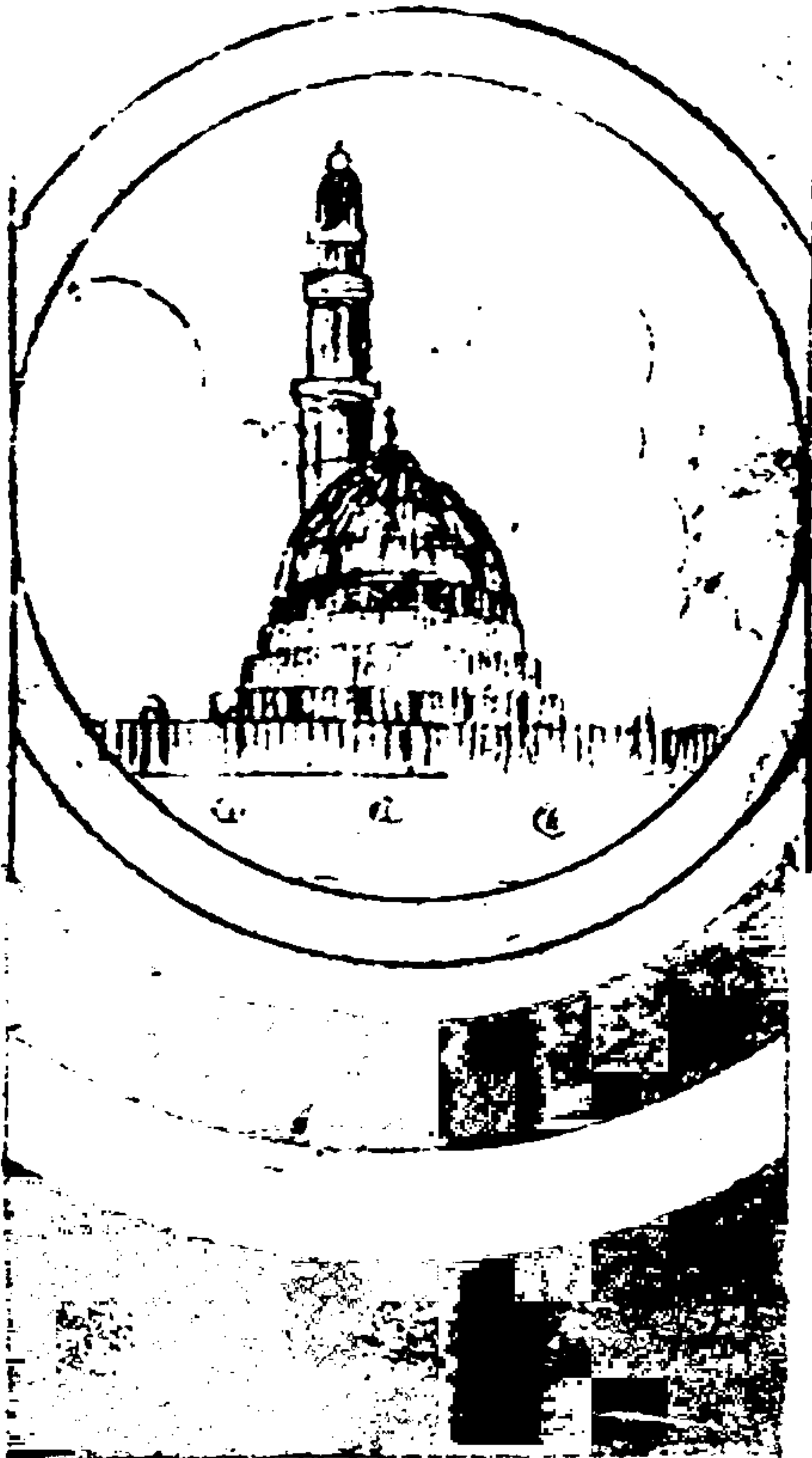
عزیز بچو! کچھ عرصہ پہلے ہم نے بچوں کی دنیا کا سلور جوبلی پیش
کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس خاص شمارے کیلئے ہم نے کافی سے زیادہ کہانیاں
معروف قلمکاروں سے لکھوائی تھیں۔ اس کے علاوہ دوسری دلچسپ
اور معلوماتی چیزیں بھی تحریر کروائیں گئیں۔ خیال تھا انہیں تمام کو ایک
ضخیم جلد کی صورت میں شائع کیا جائے گا۔ مگر یہ بدقسمتی سے ان
دنوں اخباری کاغذ کے دام آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ (آج بھی اخباری
کاغذ کی قیمت بہت بڑھ چکی ہے) اس کام میں ہمارے کچھ دوستوں نے بھی
ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا جس کے لیے ہم ان کے بہت شکرگزار ہیں۔

ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا سلور
جوبلی نمبر کے پروگرام کو کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کر دیا جائے گا۔ جب بعد میں
حالات سازگار ہوئے یعنی کرنیوز کی قیمت کچھ کم ہوئی تو سلور جوبلی نمبر
کو عملی صورت میں ڈھال دیا جائے گا۔ مگر ہم اسے حسین صورت میں نہ
ڈھال سکے جس کا ہمیں بھی بے حد افسوس ہے۔

بہرحال ہماری کوشش ہے جیسے ہی کاغذ کی پوزیشن کچھ بہتر
ہوئی ہم یقیناً بچوں کی دنیا کا بے حد خوبصورت سلور جوبلی نمبر آپ کی خدمت
میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

چونکہ تمام اخباری کاغذ بیرونِ ملک سے آتا ہے اس لیے آپ دعا
کریں کہ پاکستان میں بھی جہاں دوسرے کاغذ بنتے ہیں یہ اخباری کاغذ یعنی
کرنیوز بھی جس کی ملک میں بڑی مانگ ہے۔ اپنے ملک میں بننا شروع ہو۔ اس
طرح ہم اپنے تمام منصوبوں کو عملی شکل دینے میں کامیاب ہوں گے۔

یہ تمام باتیں ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ آپ میں سے اکثر بچے اپنے خطوط
میں سلور جوبلی کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں۔ ہماری اس وضاحت سے وہ
بھی کسی حد تک مطمئن ہو جائیں گے۔

ان رکاوٹوں کے باوجود بھی ہم سال میں ایک حسین سالنامہ اور
دلچسپ خاص نمبر آپ کی خدمت میں حسب معمول پیش کرتے رہیں گے۔ ہمارے
لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے پاکستان میں بچوں کے بارے اور رسالے بھی نکل
رہے ہیں۔ کیونکہ ملک میں جس قدر رسالے شائع ہوں گے اس قدر بچوں میں مطالعے
کا شوق بڑھے گا۔ لیکن بچوں کیلئے نئی نئی سبق آموز کہانیاں پیاری پیاری
نظمیں اور دلچسپ تصویری کہانیاں شائع کرنے کا صرف بچوں کی دنیا کا ہی حصہ ہے
آپ سب رسالوں کو دیکھ لیں۔ کمپیٹ آپکے پسندیدہ رسالہ بچوں کی دنیا کو ہی جانا ہے۔

اب اجازت ۔ آپ کا بھائی جان

ننھے کے کارنامے

اچانک ننھے کے ذہن میں ایک زبردست قسم کی ترکیب آئی اور پھر اچانک اس نے طوفان کی تیزی سے اس پجاری کی طرف دوڑ لگائی جس نے رسّی کا آخری سرا پکڑ رکھا تھا۔

اس نے جو ننھے کو اپنی طرف آتے دیکھا تو حیرت کے مارے ہکا بکا ہو گیا۔ کیونکہ اسے ننھے سے ایسے اس بات کی توقع نہ تھی۔

ابھی وہ اس صورت حال کو جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ ننھا اس کے سر پہ پہنچ گیا اور ننھے نے اپنے جسم کو ایک زوردار جھٹکا دیا کہ رسّی کا سرا پجاری کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جس کی وجہ سے ننھے کے گرد رسّی کا حلقہ ڈھیلا پڑ گیا۔ جس سے ننھے نے اپنے آپ

کو رسّی کی قید سے آزاد کرا لیا۔ وہ پجاری جس نے اس کا سرا تھام رکھا تھا وہ حیرانی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد ننھے نے دروازے کی جانب دوڑ لگا دی۔ اس پر پھر اُوپر سے رسّی کے حلقے بنا کر پھینکے گئے۔ لیکن اس بار ننھا گرفت میں نہیں آیا۔ ایک دو پجاریوں نے اِسے روکنے کی کوشش کی مگر ننھا کمال ہوشیاری سے انہیں

جھکائی دے کر دروازے سے باہر نکل گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی تھا کیونکہ مندر بھی پہاڑی کے اوپر بنا ہوا تھا۔

پہاڑ کے نیچے دامن میں ایک چھوٹا سا شہر آباد تھا۔ ننھا اِسی جانب تیزی سے دوڑنے لگا۔ آخر کچھ دیر بعد وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ پورے کا پورا شہر اُس کے لیے کسی حیرت کدے سے کم نہیں تھا۔ کیونکہ یہاں کے مکانات اور دوکانات بڑے قدیم زمانے کے لگتے تھے اور لوگوں کا لباس
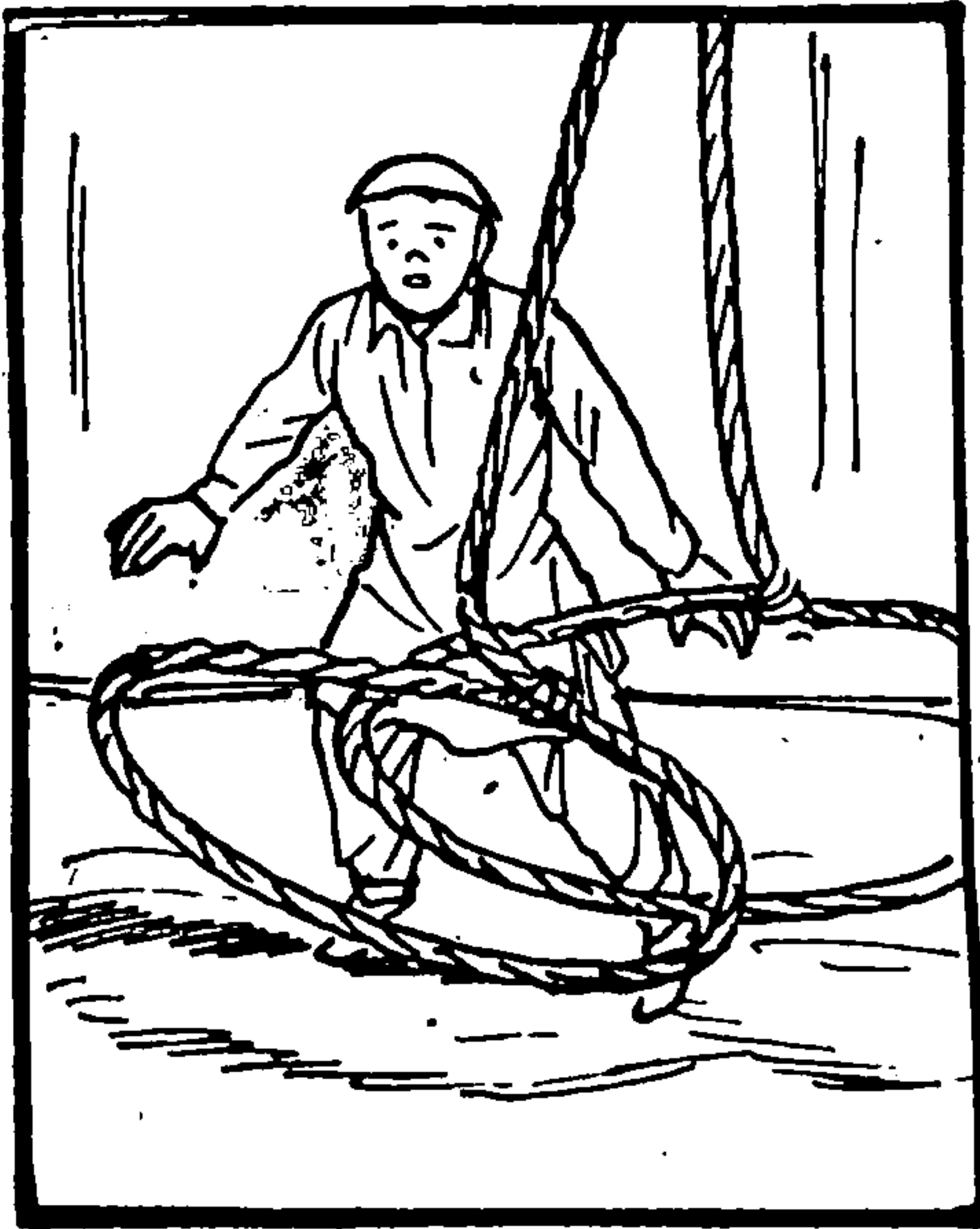
بھی بڑا عجیب قسم کا تھا۔

یہاں کے مرد اور عورتیں ایک لمبا سا چغہ نما لباس پہنے ہوئے پھر رہے تھے۔ دوکانوں پر مختلف قسم کے جانوروں کی کھالیں۔ ہتھیار اور زیورات وغیرہ فروخت ہو رہے تھے۔ گویا کہ یہ شہر کا مین بازار تھا جس میں ننھا اس وقت گزر رہا تھا۔ مقامی لوگ آپس میں جس زبان میں باتیں کر رہے تھے وہ چینی زبان سے ملتی جلتی تھی۔

اب سب سے بڑا مسئلہ ننھے کے لیے اپنے لباس کا تھا۔ کیونکہ اسے پتہ تھا کہ پجاری پاگلوں کی طرح اس کی تلاش میں تھے۔ پھر شہر کے لوگوں کے لیے بھی ایک عجیب شے تھا۔ آخر وہ جلدی سے ایک دوکان میں گھس گیا اور وہاں سے اپنے لیے لباس کا ایک جوڑا اور سر پر لینے کے لیے ایک بڑی سی چادر چوری کی۔ ایسی حرکت کرنے پر وہ خود بھی شرمندہ تھا مگر مجبوری ہی ایسی آن پڑی تھی کہ یہ حرکت کرنی پڑی۔

پھر ایک تاریک کونے میں جا کر اس نے لباس تبدیل کر کے بازار میں آگیا۔ اب ننھے کے لیے بڑا مسئلہ رہائش کا بھی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اس شہر سے نکلنا بھی چاہتا تھا اسی اُس نے ایک مقامی آدمی سے پوچھ ہی لیا کہ یہاں سے کوئی قافلہ دوسرے شہر جانے والا ہے۔

اس آدمی نے جواب دیا" ہاں وہ سامنے جو بڑی سی سرائے ہے اس میں قافلے والے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ پورے بازار میں افراتفری پھیل گئی۔ لوگ چیختے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ پھر چند لمحوں میں بازار سنسان ہوگیا۔ ننھا بھی ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ پھر اُسے کچھ دُور دھول اُڑتی ہوئی دکھائی دی۔

(باقی آئندہ)

پریوں کی شہزادی

گلبرگ نے وہ تھیلی لاکر دی، بڑی بہن نے اس میں سے
زرا سا سفوف نکالا اور آگ پر ڈالا۔ ذرا سی دیر میں دھواں
سا اُٹھا اور عبدالقدوس ایک سفید ہاتھی پر بیٹھا ہوا وہاں پہنچا
اور بولا۔ "میری بیٹی کہاں ہے؟ اس نے مجھے کیوں یاد کیا؟"

بڑی بہن نے بڑے ادب سے سلام کیا اور کہا ——
"آپ کو آئے ہوئے سال بھر ہوگیا تھا۔ آپ کے دیکھنے
کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ اس لیے میں نے آپ کو یاد کیا ہے۔"
عبدالقدوس نے کہا "میں کل آنے والا تھا لیکن تمہارے

یاد کرنے سے آج ہی آگیا۔ لیکن مجھ سے کوئی بات مت چھپا
اپنی پریشانی بتاؤ ـــــ میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے
تیار ہوں"

تب بڑی بہن نے حسن کا سارا حال بیان کیا، اور کہا

" اب آپ کسی طرح ہمارے بھائی حسن کو جزیرہ "واک واک"
تک پہنچا دیجیے۔

یہ سنتے ہی چچا عبدالقدوس نے اپنی انگلی دانتوں میں دبالی
اور چپ چاپ بیٹھ گیا۔ وہ ذرا سی دیر اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر

اُس نے کہا ــــــ "تم اپنے بھائی سے کہو کہ اب رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جزیرہ "واک واک" پر پہنچنا بالکل ناممکن ہے۔"
یہ سُن کر سب بہنیں خاموش ہو گئیں۔ گلبرگ باہر گئی اور

حسن کو لے کر اندر آ گئی اور بولی ــــــ "اچھے چچا! آپ خود میرے بھائی حسن کو سمجھا دیجیے۔ شاید آپ کی بات کا اثر ہو۔"
جب حسن شیخ کے سامنے آیا تو پہلے اس نے شیخ کے ہاتھوں کو ادب سے چوما۔ پھر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ شیخ نے

کہا ـــــ "میرے بیٹے! جزیرہ "واک واک" جانے کا خیال چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر جنات بھی تمہاری مدد کریں ـــــ ستارے اور سیارے تمہارا ساتھ دیں۔ تب بھی تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہاں سے جزیرہ کا فاصلہ سات سمندر،

سات پہاڑ اور سات وادیاں ہیں اور یہ زمین کے دوسرے کونے پر ہیں۔ وہاں تک انسان ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ میری تو رائے ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ یا پھر اپنی بہنوں کے ساتھ بادلوں کے پہاڑ پر رہو۔"

برفستان کا شہسوار!

مقصود ایاز

برف گرنی بند ہو چکی تھی اور اب ہلکی نارنجی رنگ کی دھوپ نکل آئی تھی۔ برف سے ڈھکے ہوئے ٹیلوں پہ نارنجی رنگ کی دھوپ سونے اور چاندی کا منظر پیش کر رہی تھی۔ دُور سے ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا اس سونے اور چاندی کی زمین کو روندتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ جس پہ کوئی نوجوان سوار جنگلی جانوروں کی کھال کا بنا ہوا لمبا سا کوٹ نما لبادہ پہنے اور سر پہ سیاہ ریچھ کی کھال سے بنی ہوئی ٹوپی اوڑھے ہاتھ میں لمبا نیزہ لیے چلا آ رہا تھا۔ یہ ایک خوب صورت اور بالکل نو عمر نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ جس کا چہرہ مونچھ اور داڑھی کی قید سے آزاد دکھائی دے رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وادیوں سے اُٹھنے والے بادلوں نے ایک دفعہ پھر ڈوبتے ہوئے سورج کو چھپا لیا تھا۔ اچانک ایک ٹیلے کی اوٹ سے ایک جنگلی خرگوش کا پیچھا کرتے ہوئے ایک برفانی چیتے نے سر اُبھارا۔ جونہی اُس کی نظر موٹے تازے گھوڑے پر پڑی۔ اُس نے خرگوش جیسے چھوٹے جانور

کا تعاقب چھوڑ کر غراتے ہوئے سوار کی جانب رخ کیا۔ چیتے کی آواز سن کر سوار نے اپنا بھالا اٹھایا لیکن چیتے نے سامنے آنے کی بجائے چھپ اپنی عادت کے مطابق حملہ کیا۔ سوار نے پھرتی کے ساتھ پلٹ کر چیتے پر بھالے سے حملہ کیا لیکن نشانہ چوک گیا۔ اور سوار کا بھالا برف کے ٹیلے میں اتر گیا۔ اس سے پہلے کہ سوار زور لگا کر برف کے ٹیلے میں گڑھے ہوئے بھالے کو نکالے۔ چیتے نے دوبارہ اس پر چھلانگ لگائی۔ سوار اس کے حملے سے بچنے کے لیے ایک طرف کو جھک گیا۔ چیتے کا وار ضرور خالی گیا لیکن اب سوار بھی اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور گھوڑے سے گر کر برف کے ٹیلوں پر لڑھکتا ہوا نشیب کی طرف چلا گیا۔ جبکہ سوار کا گھوڑا چیتے کی خوراک بن گیا۔

رات بھر برف باری ہوتی رہی لیکن صبح ہوتے سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نکل آیا۔ برفانی ٹیلوں میں آباد ببرک قبیلے کا نوعمر سردار دلاور اپنے منہ زور گھوڑے پر چھلانگ لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھالا۔ کمر کی پیٹی میں تلوار اور خنجر بھی لٹک رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ منہ زور گھوڑا اپنی دونوں اگلی اٹھی ہوئی ٹانگوں کو زمین پر ٹکا کر دوڑ لگائے ایک خوب صورت لڑکی نے آگے بڑھ اس کی لگام کو تھام لیا۔ سوار نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کیا بات ہے مہ رخ ؟

آپ کو یاد دلانے آئی ہوں، بھیا آپ نے میرے لبادے کے لیے شیر کی کھال لانے کا وعدہ کیا تھا۔

مہ رخ نے محبت سے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو دلاور خان نے جواب دیا۔

برف باری کی وجہ سے شیر وادی میں اتر گئے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں بہن کے لیے شکاری کے ساتھ ساتھ وادی میں اتر کر شیر کو تلاش کر کے اس کا شکار کر کے لاؤں گا۔

اس کے بعد ہی دلاور خان کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ایک موٹے تازے پہاڑی بکرے۔ دو تین برفانی خرگوش اور چند پرندوں کے شکار کے بعد دلاور خان شیر کی تلاش میں وادی میں اترتا چلا گیا۔ اُس نے مختلف مقامات کا جائزہ لیتے ہوئے برف پر شیر کے پاؤں کے نشانات کا معائنہ کیا۔ اور ان نشانات کا تعاقب کرتا ہوا وہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ شیر کے پاؤں کے نشانات پہاڑ کے کٹاؤ سے پیدا ہونے والے ایک تنگ راستے کے اندر داخل ہو کر موڑ مڑتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ شیر کے پنجوں کے نشانات اب زیادہ گہرے اور واضح ہو گئے تھے۔

اچانک شیر کی غراہٹ سن کر گھوڑے کے جسم نے جھرجھری لی۔ اوپر بیٹھے دلاور نے اپنا بھالا تھام لیا۔ جونہی وہ ایک اور تنگ قسم کا موڑ مڑ کر سامنے آیا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ شیشے کی طرح شفاف برف کی سل کے اندر ایک نوعمر اور خوبصورت نوجوان اس طرح موجود تھا۔ جیسے فریم میں جڑے ہوئے شیشے کے پیچھے کوئی تصویر آویزاں ہو یا پھر کسی کو برف کی قبر میں اتار دیا گیا ہو۔ اسی برف کی قبر پر ایک شیر دھاڑتے ہوئے اپنے پنجوں سے اس شیشہ نما برف کو توڑ کر اس حسین نوجوان کو ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنائے مصروف تھا۔ آہٹ سن کر جونہی شیر نے پلٹ کر دلاور کی طرف رُخ کیا۔ بجلی کی تیزی کے ساتھ ہی اُس کا نیزہ دھوپ میں چمکتا ہوا شیر کے سینے میں اترتا چلا گیا۔ شیر کی آخری دھاڑ سے زمین کانپ کر رہ گئی۔ لیکن جلدی ہی وہ زمین پر گر کر تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا۔

دلاور نے حیرت کے ساتھ برف کی قبر میں موجود اس نوجوان کو دیکھا۔ اور پھر جلدی جلدی اُس نے نوجوان کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑک کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہا۔

گو دل بہت آہستہ آہستہ دھڑک رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں برف کی طرح ٹھنڈے ہیں۔ لیکن اسے مُردہ نہیں کہا جا سکتا۔ شاید کوئی بدنصیب مسافر رات

کہ یہ یقیناً کسی جگہ پر جمی ہوئی برف پر قدم رکھنے سے گرتا ہوا یہاں آ پڑا ہے۔ اور برف باری نے اس کو اپنے جسم کے اندر چھپا لیا ہے۔

دلاور نے جلدی سے شیر کی کھال اتاری اور بے ہوش نوجوان کو کندھے پر ڈال کر گھوڑے کو بھگاتا ہوا بلندی کی طرف چڑھتا چلا گیا۔

---*---

دلاور اپنے خیمے میں پریشانی سے ٹہل رہا تھا۔ وہ جسے مرد سمجھ کر برف کی قبر سے نکال لایا تھا وہ ایک نوجوان اور خوب صورت لڑکی تھی اور اب وہ اس کی بہن ماہ رخ کے خیمے میں قبیلے کی دوسری عورتوں کے پاس موجود تھی۔ جو اس کا علاج کرنے میں مصروف تھیں۔

قدموں کی چاپ سن کر دلاور نے رک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ماہ رخ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور بھائی سے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

بڑے قسمت والے ہو بھیا۔ لوگوں کو چھپڑ پھاڑ کر دولت ملتی ہے تمہیں برف پھاڑ کر بیوی مل گئی ہے۔ قبیلے کی ایک لڑکی بھی خوب صورتی میں میری بھابی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دلاور نے بے چینی سے پیار سے بہن کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

بکے جا رہی ہے۔ یہ تو بتا وہ زندہ بھی ہے یا......

بہن نے جلدی سے دلاور کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کوئی بری بات منہ سے مت نکالو بھیا۔ وہ نہ صرف زندہ ہے بلکہ ہوش میں بھی آ چکی ہے۔ اس کا نام گلنار ہے۔ اس سے زیادہ ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔ شاید وہ تمہیں بتائے گی۔

دلاور نے خوش ہوتے ہوئے بہن سے کہا۔

اری چڑیل۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے وہ کون ہے کہاں سے آئی ہے اسے بھابی بنا لینا کوئی

اچھی بات تو نہیں۔

مہ رخ نے جواب دیا۔

واہ بھیا۔ اپنے قبیلے کے رسم و رواج کو بھی بھول گئے، اُسے آپ نے اپنے بازوؤں کی طاقت سے شیر سے چھینا ہے۔ پہاڑوں کی برف کو شکست دے کر حاصل کیا ہے۔ اب وہ صرف آپ کی ملکیت ہے۔ اس بات کے لیے تو سارے ہی قبیلے کے نوجوان سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے قبیلے کا یہی تو دستور برسوں سے چلا آ رہا ہے۔

مشعل کی تھرتھراتی ہوئی لَو میں گلنار نے مچل کر سامنے کھڑے ہوئے دلاور سے کہا۔

یہ ٹھیک ہے کہ تم نے میری جان بچائی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ جو محبت مجھے اس قبیلے میں ملی ہے۔ شاید مجھے اپنے سے بھی نہ ملتی۔ دلاور میں تمہیں پسند بھی کرتی ہوں۔ لیکن تمہارے قبیلے کے تمام نوجوان میرے راستے کی دیوار بن جائیں اور مجھے یہاں رہنے پر مجبور کریں یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی۔ میرے ماں باپ زندہ ہیں اُن کی مرضی کے بغیر میں کسی کی بیوی بن جاؤں میں نے ایسا سوچا بھی نہیں۔

دلاور نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

گلنار کسی کی مرضی پر جبر کر کے اختیار حاصل کرنا مجھے بھی ذاتی طور پر پسند نہیں۔ لیکن میں بیرک قبیلے کا سردار ہوں اور صدیوں سے بنائی ہوئی بزرگوں کی رسم کو توڑنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری خوشی کے لیے عمر بھر تو انتظار کر سکتا ہوں لیکن یہاں سے جانے کی اجازت دینا میرے بس کی بات نہیں۔

پہاڑوں کی وادی موجود جاروپ شہر کے سیاہ پتھروں سے بنے ہوئے ایک محل کے صحن کی دیوار کے ساتھ آٹھ قوی ہیکل قسم کے نوجوان

بندھے ہوئے
کھڑے تھے
ان کے چہروں پر
موت کی زردی چھائی
ہوئی تھی۔ ان کے سامنے
اس شہر کا حاکم شیر دل خان
زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا
تھا۔ جبکہ بندھے ہوئے نوجوانوں
کے ٹھیک سامنے تیر انداز
کمانوں پر تیر چڑھائے حکم کے منتظر
تھے۔ شیر دل خان نے غراتے ہوئے کہا

تم ہماری بیٹی گلنار کے محافظ تھے
وہ شکار کی تلاش میں اتنی دور نکل گئی کہ ہماری
نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ہمارا فیصلہ یہی ہے
کہ اب تم
ہماری نظروں
سے اتنی دور
چلے جاؤ جہاں سے
کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔
شیر دل خان نے
اشارہ کیا۔ ایک ساتھ کئی تیر
کمانوں سے نکلے۔ اور سامنے
بندھے ہوئے نوجوانوں کے سینے
میں گڑھ گئے۔

ایک شخص پھولی ہوئی سانس
کے ساتھ داخل ہو کر شیر خان کے سامنے
جھک گیا۔ شیر دل خان نے اضطرابی کیفیت
سے سوال کیا۔

ایک ہی سانس میں بیان کر دو
کیا خبر لائے ہو۔
اس شخص نے
جواب دیا۔
سردار شہزادی گلنار
ببرک قبیلے میں موجود ہیں
لیکن اس قبیلے کا سردار دلاور
نے انہیں واپس کرنے سے انکار
کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ...
رک کیوں گئے بولتے جاؤ ورنہ
ہم تمہاری آواز کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیں
گے۔
اس شخص نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔

سردار
دلاور کہتا ہے
اس نے شہزادی
کو شیر سے جنگ
کر کے پہاڑوں کی
برف کو شکست دے کر
حاصل کیا ہے۔ اور قبیلے
کے دستور کے مطابق اب
شہزادی پر اس کا حق ہے
شڑاپ کی آواز کے ساتھ ہی شیر
دل خان کا تھپڑ اس شخص کے منہ پر
پڑا۔ اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔
اس کے ساتھ ہی شیر دل خان نے دھاڑتے
ہوئے حکم دیا۔

ہیبت خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاکر اس قبیلے کو نیست و نابود کر دو اور ہماری بیٹی کو جتنی جلدی ہو سکے ہمارے سامنے پیش کرو۔ اُس نسل کا کوئی بچہ بھی زندہ سلامت نہیں رہنا چاہیئے۔

خیمے جل رہے تھے۔ چاروں طرف ببرک قبیلے کے بہادر نوجوانوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ شیر دل خان کے سپاہی شہزادی گلنار کو لے جا چکے تھے۔ ببرک قبیلے کا سردار اپنے جسم پر کئی زخم سجائے ہاتھ میں مشعل لیے ان لاشوں کے درمیان زندہ جوانوں کو تلاش کر رہا تھا۔ شیر خوار بچوں کو بچاتے ہوئے۔ اُن کی ماؤں کی لاشیں بھی انتقام انتقام پکار رہی تھیں۔

شور و غل کی آواز سن کر ایک رات شیر دل خان ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اس نے محافظوں کو طلب کر کے شور کے متعلق معلوم کیا تو ایک محافظ نے بتایا۔

سردار شہر چار دیواری کے اندر ایک میں فٹ اونچی بلا آگھسی ہے۔ جس کا منہ سانپ کی طرح، جبڑے مگرمچھ کی طرح اور جسم اُونٹ کی طرح ہے۔

شیر دل نے حیرت سے سوال کیا۔

شہر کی محافظ سپاہ کہاں ہے۔ انہوں نے اب تک اس بلا کو تیروں سے چھلنی نہیں کیا؟

محافظ نے جواب دیا۔

سردار اُس بلا پر سینکڑوں تیر چلائے گئے۔ جو اُس کے جسم میں گڑھ گئے۔ لیکن خون کا قطرہ تک نہیں نکلا۔ جواب میں اُس بلا کے جسم سے بھی سینکڑوں تیر سنسناتے ہوئے نکلے۔ جس سے ہمارے سپاہی ہلاک ہو گئے۔ اُس بلا کے منہ اور کانوں سے سیاہ دھواں نکلتا ہے۔ جس نے سارے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ شیر دل خان کوئی جواب دیتا۔ ایک سپاہی نے آکر بتایا۔ سردار جونہی ہماری بہادر سپاہ نے تلواروں سے بلا پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اُس سے نکلتے ہوئے دھوئیں کی زد

میں آ کر وہ سب بے ہوش ہو گئے۔ وہ دھواں جس
گھر میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں کے رہنے والے بے ہوش
ہو جاتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ شیر خان کوئی جواب دے
دھوئیں کے بادل محل میں داخل ہوئے۔ محل میں موجود
تمام لوگ اس دھوئیں سے بے ہوش ہو گئے۔

صبح کے وقت اہل شہر ہوش میں آئے
تو کہرام مچ گیا۔ شہر کے تمام بچے غائب تھے اور ان
کی مائیں ان کی گمشدگی پر رو پیٹ رہی تھیں۔
شیر خان صورت حال سے پریشان تھا کہ اس کی بیوی
نے آ کر بتایا شہزادی گلنار بھی لاپتہ ہے۔

شیر خان اور اس کی فوج نے گرد و نواح
کے تمام علاقے چھان مارے نہ تو بلا کا پتہ چلا نہ ہی
شہزادی گلنار کا اور نہ ہی گمشدہ بچوں کی کوئی خبر
ملی۔ شہر والے سمجھے ان کے بچوں کو بلا کھا گئی ہے۔

ایک سال اس واقعے کو گزر چکا تھا۔ اہل
شہر اپنے بچوں اور شیر خان وہ اس کی بیوی گلنار کی
جدائی پر صبر کر بیٹھے تھے۔

ایک روز شیر خان اپنے دستہ خاص کے
ساتھ مغل بادشاہ ہمایوں سے مل کر واپس آ رہا
تھا کہ شہر جاروپ سے دس کوس باہر پہاڑی
سلسلے کے قریب زبردست طوفان اور آندھی
نے انہیں گھیر لیا۔ کئی سپاہی درختوں کے گرنے
سے زخمی ہو گئے۔ غرض کہ اس قدر افراتفری کا عالم تھا
کہ گھوڑے بھی ڈر اور خوف کی وجہ سے سواروں
کو گرا کر بھاگ گئے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر
شیر خان نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ پہاڑی کی گھاٹیوں
میں داخل ہو کر آندھی اور طوفان سے اپنا بچاؤ کریں۔
غرض شیر خان اپنے بچے کھچے سپاہیوں کے ساتھ تنگ
گھاٹیوں میں اتر گیا۔ طوفان اپنی شدت دکھا کر آہستہ
آہستہ ختم ہو گیا۔ اچانک عین اس پہاڑی کے اوپر
والے غار سے کسی بچے کے رونے کی آواز نے شیر
خان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ جونہی پہاڑی پر صورت
حال معلوم کرنے کے لیے چڑھنے لگا۔ غار سے ایک

نوجوان عورت جنگلی جانوروں کی کھال کا لباس پہنے تیر کمان لیے ہوئے نمودار ہوئی اور اس نے للکار کر کہا۔

وہیں رُک جاؤ سردار۔ میرے تیر کو کسی رشتے کی پہچان نہیں ہے۔۔

شیر خان نے غور سے دیکھا یہ عورت کوئی غیر نہیں تھی۔ اس کی اپنی بیٹی گلنار تھی۔ شیر خان نے حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ کہا۔

گلنار۔۔۔ بیٹی۔۔۔ تم۔۔۔؟

جونہی شیر خان نے اُوپر جانے کے لیے قدم اُٹھائے۔ گلنار نے للکار کر کہا۔

وہیں رُک جاؤ سردار۔ اس جگہ گلنار ہی نہیں ایک غیرت مند بیوی اور ایک پُر وقار ماں بھی رہتی ہے۔

شیر خان نے جواب دیا۔

گلنار۔ بیٹی میری بات سنو!

اسی وقت غار سے دلاور نکل کر باہر آ گیا۔ اور شیر خان سے کہا۔

اب جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو سردار۔ گلنار میری بیوی اور میرے بچے کی ماں بھی ہے۔

شیر خان نے انتہائی غصے سے جواب دیا۔

بے وقوف کیوں اپنی موت کا سامان کر رہے اکیلا پتھر راستہ نہیں روک سکتا۔ اُسے ٹھوکر مار کر ہٹا دیا جاتا ہے۔

اس سے پہلے کہ دلاور کوئی جواب دے گلنار نے کہا۔

اکیلے دلاور کی موت تمہارے شہر کی آنے والی پوری نسل کا خاتمہ کر دے گی۔ جو بچے شہر جارو پ سے اغوا ہوئے آج بھی زندہ ہیں۔ جن کا پتہ صرف دلاور کو ہی ہے۔

کیا وہ تمام بچے زندہ ہیں؟۔

شیر خان نے سوال کیا تو دلاور نے جواب دیا۔

ہاں سردار میں تمہاری طرح ظالم اور سفاک نہیں۔ جس کے حکم سے ببرک قبیلے کی نسل ختم کر

دیکھ لو خدا نے اُس نسل کو خود تمہارے ہی خون سے دوبارہ قائم کر دیا ہے۔ میرا مطلب تمہاری بیٹی گلنار کے بیٹے سے ہے۔ اب تم میں سے وہ سپاہی جو قبیلہ ببرک کی نسل قتل کرنے میں شامل تھے وہ باقی سپاہیوں سے علیحدہ ہو کر سامنے ٹیلے پر آجائیں۔

جب کوئی سپاہی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو دلاور نے شیر خان سے کہا۔

سردار اگر تم شہر بھر کے بچوں کی زندگی چاہتے ہو تو ان کو میرا حکم دُہراتے ہوئے سامنے والے ٹیلے پر اکٹھا ہونے کا حکم دو۔ اسی میں تمہارا فائدہ ہے

شیر خان نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ ببرک قبیلے کے قتل عام میں شریک تھے۔ علیحدہ ہو کر سامنے والے ٹیلے پر جمع ہو جائیں۔

سردار کا حکم ملتے ہی پچاس سوار نکل کر سامنے والے ٹیلے پر اکٹھے ہو گئے۔ دلاور نے کہا۔

سردار اب اپنے ساتھیوں کو حکم دو ان کا قتل عام کر دیں۔

شیر خان نے جواب دیا۔

اگر میں یہ حکم نہ دوں تو؟

تو جس جگہ تم اور تمہارے ساتھی کھڑے ہیں۔ وہاں بارود کی سُرنگ موجود ہے۔ میرے ایک اشارے پر یہ جگہ بھک سے اُڑ جائے گی۔ اب اگر زندگی عزیز ہے تو میں نے جو کہا ہے۔ اُس پر عمل کرو۔ اُس مقام کے نیچے بھی بارود بچھا ہوا ہے۔ جہاں تمہارے شہر کے بچے موجود ہیں۔ صرف ایک اشارہ تم سب کو فضا میں دُھنکی ہوئی روئی کی طرح بکھیر دے گا۔

شیر خان نے تمسخر اُڑاتے ہوئے جواب دیا۔

تم بکتے ہو۔

دلاور نے اشارہ کیا۔ ٹیلے والے اور شیر خان کے ساتھیوں کے درمیان کی زمین بھک سے اُڑ گئی۔ جس سے دھول اور مٹی ان کی آنکھوں اور سر پر آپڑی۔

شیر خان نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

میں اِن کے قتل عام کا حکم دے دوں گا۔
لیکن میری دو شرطیں ہیں۔
"بیان کرو" دلاور نے کہا۔
پہلی شرط یہ ہے کہ تم تمام بچوں کو صحیح سلامت واپس لے جانے دو گے۔
دوسری میری بیٹی گلنار کو میرے حوالے کر دو گے۔
دلاور نے کہا۔
سردار تمہاری پہلی شرط منظور ہے۔ میں تمہاری طرح ظالم نہیں کہ بچوں کو قتل کر دو۔ جہاں تک گلنار کا تعلق ہے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے جانا چاہتی ہے تو جا سکتی ہے۔
گلنار نے روتے ہوئے جواب دیا۔
نہیں بابا۔ میں یہاں رہ کر تمہارے گناہوں کا کفارہ ادا کروں گی۔ جس نسل کو تم نے ختم کیا ہے اُس نسل کو میں نے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ باپ کے گناہوں کی سزا بیٹی برداشت کرے گی۔
ٹھیک ہے جس طرح قتل ہونے والے بچوؤں کی ماؤں کی مامتا تڑپتی رہی ہے اُسی طرح مجھے بھی بیٹی کی جدائی میں تڑپنا ہوگا۔ دلاور ایک بات اور بات اور بتا دو۔ تم نے اُس بلا سے بچوں کو کیسے حاصل کیا۔
شیر خان نے سوال کیا تو دلاور نے جواب دیا۔
وہ بلا اصلی نہیں تھی۔ لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ جس کے اندر میرے قبیلے کے آدمی موجود تھے۔ جو جوابی تیر اندازی کرتے تھے۔ اُس دھوئیں میں ایسی جڑی بوٹیاں جلائی جاتی تھیں۔ جن کے دھوئیں سے انسان بے ہوش ہو جاتا تھا۔ شہر والوں کو بے ہوش کرنے کے بعد میرے قبیلے کے آدمی بچوں کو اُٹھا لائے تھے۔ وہ نقلی بلا آج بھی بچوں والی غار میں موجود ہے۔ اب تم اِن قاتلوں کو قتل کرنے کا حکم دو۔
اس سے پہلے کہ شیر خان اپنے سپاہیوں کو دے۔ ٹیلے پر موجود سپاہیوں نے جان بچانے کے لیے اِن پر حملہ کر دیا۔ خوب تلوار چلی اور سارے ہی سپاہی ایک دوسرے کو قتل کر کے ختم ہو گئے۔

تنہا شیر خان رہ گیا۔ جسے گلنار کا باپ ہونے کی وجہ سے دلاور نے معاف کر دیا۔ پھر دلاور شیر خان کو لے کر اس غار میں گیا جہاں تمام بچے موجود تھے۔ اُسی جگہ شیر خان نے وہ نقلی بلا بھی دیکھی جو واقعی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔

تمام بچے شیر خان کے حوالے کرنے کے بعد جونہی دلاور غار سے نکلا۔ شیر خان نے چپکے سے تلوار نکالی اُس کا ہاتھ بلند ہوا۔ اس سے پہلے کہ دلاور کا سر تن سے جدا ہو جائے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور شیر خان کے سینے میں اُتر گیا۔ گرتے ہوئے شیر خان نے دیکھا سامنے اُس کی بیٹی گلنار کمان لیے کھڑی تھی؟

برگ
بے بی لوشن
Berg
for Soft Skin
BABY LOTION
نرم اور ملائم جِلد کے لیے
خاندان کے ہر فرد کے لیے
برگمین لیبارٹریز (پاکستان)

نیلا سیارہ
سائنس فکشن پر
مبنی سنسنی خیز ناول
اے حمید

عالی جاہ کو ہوش آیا۔

اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ آسمان پر نیلے رنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور وہ ایک باغ میں کھڑا ہے۔ جس کے درختوں کی چوٹیاں اوپر جاکر بادلوں میں گم ہو گئیں ہیں۔ اِن درختوں کی شاخوں پر بڑی بڑی تھالیوں کی شکل کے نیلے پتے لگے ہیں۔ باغ میں جو چھوٹی سی سڑک ہے۔ وہ کسی لیسے پتھر کی ہے جو چمک رہا ہے۔ باغ دھندلی دھندلی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ بڑی خاموشی ہے۔ سارے درخت اور ان کے پتے ایک جیسے ہیں۔ عالی جاہ نے ایک بڑی تھالی ایسے پتے کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ وہ بہت سخت تھا۔

عالی جاہ سڑک پر آگے کو چلنے لگا۔ سڑک کنارے ایک جگہ لیٹر بکس لگا ہوا تھا۔ عالی جاہ نے لیٹر بکس میں جھانک کر دیکھا تو اندر سے آواز آئی۔

"آپ کا کوئی خط نہیں آیا بادشاہ سلامت!"

"بادشاہ سلامت!" عالی جاہ حیران سا ہو کر لیٹر بکس کو دیکھنے لگا۔ لیٹر بکس خاموش ہو گیا تھا۔ عالی جاہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ لیٹر بکس میں سے آواز کیسے آئی اور اس نے اُسے بادشاہ سلامت کیوں کہا؟

وہ سڑک پر ذرا آگے گیا تو سامنے چلنے کی ایک بہت بڑی پیالی پڑی تھی۔ جس میں سے چاندی سے پانی ایسا فوارہ اُچھل رہا تھا۔ عالی جاہ پیالی کے قریب سے ہو کر آگے گزر گیا۔ باغ ختم ہو گیا۔ نیلے بادل اُوپر اُٹھتے چلے گئے۔ پھر اُسے سامنے ایک بہت بڑی چائے کی چینک نظر آئی۔ یہ چائے کی چینک کوئی سات منزلہ اونچی تھی اور اس کی ٹونٹی میں سے ہلکا نیلا دھواں نکل رہا تھا۔ اُس میں جگہ جگہ کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں۔ جن پر ریشمی پردے پڑے تھے۔

عالی جاہ تعجب سے اس چینک کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے چائے کی اتنی بڑی چینک یعنی کیتلی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس چینک محل کے آس پاس باغ میں جگہ جگہ چائے کی اِک منزلہ اونچی پیالیاں اور دودھ دانیاں بھی پڑی تھیں۔ جن میں جانے کے لیے لمبی لمبی چمچ ایسی سیڑھیاں لگی تھیں۔

اچانک عالی جاہ کو انسانی آوازیں سنائی دیں۔

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ چھ سات انسان اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ سب کے سب چھوٹے چھوٹے قد کے تھے اور نمک دانیوں کی شکل کے تھے۔ ان کے پیٹ بڑھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چھری کانٹے تھے۔ وہ عالی جاہ کو دیکھ کر نعرے لگانے لگے۔

"بادشاہ سلامت زندہ باد!"

عالی جاہ پہلے تو گھبرا کر بھاگنے لگا مگر ان بونوں نے عالی جاہ کو گھیر لیا اور پھر ہاتھوں سے چھری کانٹے زمین پر پھینک کر اس کے آگے جھک گئے۔

"خدا۔ بادشاہ سلامت کی عمر دراز کرے۔ ہم نے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ بادشاہ سلامت اپنے محل میں واپس آ گئے۔"

عالی جاہ سمجھ گیا کہ یہ لوگ اسے اپنا بادشاہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا۔

"لیکن میں تو ——"

ایک نمک دانی کی شکل کا بونا آگے بڑھ کر بولا۔

"جی ہاں بادشاہ سلامت۔ آپ چوہوں کا شکار کرنے جنگل میں گئے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ دوبارہ اپنے محل میں واپس آ گئے ہیں۔ چلئے محل میں چلئے ملکہ سلامت آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔"

اب عالی جاہ اور زیادہ گھبرا گیا کہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ اسے ان کے ساتھ محل میں جانا ہی پڑا۔

محل اندر سے بہت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑے بڑے کریم رول، برگر، پیسٹریاں اور کیک بنے ہوئے تھے۔ فرش چائے کی پیالیوں کو جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ کھڑکیوں پر ریشمی پردے گرے تھے۔ جگہ جگہ نمک دانیوں کی شکل کے آدمی اور عورتیں چمچے اور کانٹے لیے پہرہ دے رہی تھیں۔ ان کی شکلیں لمبوتری تھیں مگر آنکھیں منہ اور ناک انسانوں جیسے تھے۔

عالی جاہ ان کے قریب سے گزرتا تو وہ جھک کر تعظیم بجا لاتے۔ وہ ایک شاندار دربار ہال میں

میں آگیا۔ یہاں فرش پر قالین بچھے تھے۔ درمیان میں
کریم رول ایسے چار ستون کھڑے تھے۔ ان ستونوں
کے درمیان ایک تخت بچھا تھا۔ جس کی شکل ٹرے ایسی
تھی۔ اس میں چینی کی دو بڑی پیالیاں کرسی کی شکل کی رکھی
تھیں۔ ایک پیالی کی کرسی پر ملکہ بیٹھی تھی۔ ملکہ کی شکل بھی
لمبوتری اور جسم نمک دانی کی طرح کا تھا۔

عالی جاہ کو آتا دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور جھک
کر بولی۔

"بادشاہ سلامت — خوش آمدید!"

عالی جاہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر
کہا۔

"خوش آمدید ملکہ سلامت — مگر میں
کہاں ہوں اور یہ کون سا سیارہ ہے؟"

درباری ایک دوسرے کو حیرت سے تکنے
لگے۔ ملکہ نے وزیر کی طرف دیکھا۔ وزیر اپنے نمک
دانی جیسے پھولے ہوئے پیٹ پر دونوں ہاتھ رکھے
آگے بڑھا اور جھک کر بولا۔

"بادشاہ سلامت! آپ ہمارے بادشاہ
ہیں اور یہ آپ کا محل ہے۔ آپ ہمارے ملک کے
بادشاہ ہیں۔"

عالی جاہ نے کہا۔

"لیکن — لیکن یہ کون سا سیارہ ہے؟"

"سیّارہ؟" وزیر نے تعجب سے کہا "یہ
ہمارا ملک ہے عالی جاہ!"

"عالی جاہ؟ کیا تم میرا نام جانتے ہو؟" عالی جاہ
نے چونک کر پوچھا۔

وزیر نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"ہم سب آپ کو عالی جاہ ہی کہتے ہیں۔ بادشاہ
سلامت۔ آپ ہمارے شہنشاہ ہیں۔"

ملکہ نے کہا۔

"عالی جاہ! آپ اپنا شکاری لباس اتار کر
شاہی لباس پہن لیں!"

وزیر نے ہاتھ پھیلا کر سر جھکاتے ہوئے
کہا۔

"تشریف لے چلیئے بادشاہ سلامت۔ شاہی لباس پہنانے والے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

عالی جاہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ وہ کسی انوکھے سیارے میں آ گیا تھا۔ اُس نے خواہش کی تھی کہ خدا اُسے کسی ایسے سیارے میں پہنچا دے۔ جہاں وہ عیش کی زندگی بسر کرے۔ خدا نے اُس کی دُعا قبول کر لی تھی لیکن وہ عجیب اُلجھن میں پھنس گیا تھا۔ اس کا دل بار بار یہی سوچتا کہ کہیں وہ کسی ناگہانی مشکل میں نہ پڑ جائے۔ ابھی تک کورو سے بھی اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی لاہور سے غائب ہو چکا ہو گا۔ خدا جانے وہ اس سیارے پر پہنچا بھی ہے کہ نہیں۔ اور اگر پہنچ گیا ہے تو نہ جانے کہاں ہو گا۔

عالی جاہ کو ایک شاندار کمرے میں لے جا کر شاہی لباس پہنایا گیا اور اس کے سر پر ہیرے موتیوں والا ٹی کوزی کی شکل کا تاج رکھ دیا گیا۔ عالی جاہ کے آگے چلنے کی پلیٹ میں لگا ہوا آئینہ لا کر رکھ دیا گیا۔ عالی جاہ نے اپنے آپ کو دیکھا تو اُسے ہنسی آ گئی۔ شاہی لباس میں سر پر ٹی کوزی کا تاج پہنے ہوئے وہ عجیب ہونق سا لگ رہا تھا۔

وہ دربار ہال میں آیا تو ملکہ اس کا انتظار کر رہی تھی اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"چلئے بادشاہ سلامت! دوپہر کا کھانا حاضر ہے۔"

عالی جاہ کو بڑی بھوک لگ رہی تھی۔ کیونکہ اُس نے ابھی تک بھوک پیاس مٹانے والی گولی نہیں کھائی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ گولیاں کورو کے پاس تھیں اور کورو ابھی تک اُسے نہیں ملا تھا۔

وہ خوشی خوشی ٹک واٹی ایسی بونے قد کی ملکہ کے ساتھ چلنے لگا۔ ملکہ اُس کی کُہنی تک آتی تھی۔ وہ ایک جگہ جا کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں ایک کریم رول کی شکل کا درخت تھا۔ جس کے پلیٹ ایسے چوڑے پتے باہر کو نکل ہوئے تھے۔ ملکہ نے عالی جاہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے چوڑے پتے کی پلیٹ پر اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔

عالی جاہ نے دیکھا کہ پتہ بھی بالکل نہیں ہلتا تھا۔

وہ بہت سخت تھا۔ اس کے کھڑے ہوتے ہی پتہ لفٹ کی طرح اوپر چڑھنے لگا اور دوسری منزل پر جا کر رُک گیا۔ اس منزل میں ایک انڈے کی شکل کا سفید کمرہ تھا جس کے درمیان انڈے کی زردی کے رنگ کی گول میز پر چھوٹی چھوٹی پیالیاں پی اور چائے کی رنگ برنگی کیتلیاں رکھی تھیں۔

درباری ادب سے دیوار کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ عالی جاہ اور ملکہ چائے کی پیالیوں ایسی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

نوکر نے آگے بڑھ کر ایک پیالی عالی جاہ کے آگے اور ایک پیالی ملکہ کے آگے پیش کی۔ عالی جاہ نے دیکھا کہ پیالی میں بغیر دودھ کے چائے کا رنگ بھرا تھا۔ اُس نے ایک چمچ پیا۔ بڑی کڑوی چائے تھی۔ ملکہ ساری کڑوی چائے پی گئی۔ اور عالی جاہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

"بادشاہ سلامت! آپ نے پیالی خالی نہیں کی ابھی تک؟"

عالی جاہ بولا۔

"میں کچھ اور کھاؤں گا۔ اس کو دل نہیں چاہتا"

نوکر نے جلدی سے دوسری پیالی پیش کی۔ عالی جاہ نے بڑے شوق سے پیالی کو اُٹھایا تو اس میں بھی وہی چائے کا کڑوا رنگ بھرا ہوا تھا۔ اس کے بعد عالی جاہ نے باری باری ساری پیالیاں اپنے سامنے منگوا کر دیکھیں۔ اِن سب میں چائے کا رنگ تھا۔

بھوک سے عالی جاہ کا بُرا حال ہو رہا تھا اور وہاں سوائے کڑوی چائے کے رنگ کے کھانے کو اور کچھ نہیں تھا۔ اُس نے کہا۔

"ملکہ! ہم بھنا ہوا مرغ اور انڈوں کا حلوہ کھائیں گے"

ملکہ نے تالی بجائی۔ ایک نوکرانی نیلے رنگ کی پیالی ٹرے میں رکھ کر لے آئی۔ عالی جاہ نے بے تابی سے پیالی کو لے کر دیکھا تو اس میں بھی کالی چائے کا کڑوا رنگ تھا۔ وہ جھلا کر بولا۔

"یہ کیا ہے؟"

ملکہ نے کہا۔

"بھنا ہوا مرغ اور انڈوں کا حلوہ بادشاہ سلامت"

"مگر یہ تو چائے کا کڑوا رنگ ہے"
ملکہ نے عالی جاہ کی طرف حیرت سے دیکھا اور
کہا۔
"بادشاہ سلامت! یہ آج آپ کو کیا ہو گیا ہے؟
کیا آپ بھنا ہوا مرغ اور انڈوں کا حلوہ بھی نہیں
پہچان سکتے؟"
"مگر یہ تو کڑوی چائے کا رنگ ہے" عالی جاہ
نے کہا۔
ملکہ بولی۔
"اس کے اندر بھنا ہوا مرغ اور انڈوں کا حلوہ
ڈال کر اس کی چائے بنائی گئی ہے!"
"اُف خدایا ــــ"
عالی جاہ نے ایک گھونٹ بھرا تو اس کا حلق کڑوا
ہو گیا۔ اس نے پیالی اٹھا کر پھینک دی اور اٹھ کھڑا ہوا۔
"میں تمہارا کیسا بادشاہ ہوں کہ مجھے کھانے کو
کچھ نہیں مل رہا"
ملکہ نے کہا۔

"مگر بادشاہ سلامت! آپ کو ہمیشہ یہی چائے
پیا کرتے تھے اور کبھی شکایت نہیں کرتے تھے"
عالی جاہ بولا۔
"خدا جانے وہ کون تھا۔ میں تو نہیں پیئوں گا میرے
لیے بھنا ہوا مرغ لاؤ انڈوں کا حلوہ۔ کریم رول اور پیسٹریاں
لاؤ۔ پلاؤ۔ بریانی اور زردہ لاؤ"
ملکہ نے وزیر کو بلا کر پوچھا۔
"بادشاہ سلامت کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں؟"
وزیر نے کہا۔
"مجھے خود حیرانی ہو رہی ہے۔ ملکہ سلامت"
ملکہ نے کہا۔
"میرا خیال ہے بادشاہ سلامت پاگل ہو گئے ہیں"
"میرا بھی یہی خیال ہے ملکہ سلامت!"
ملکہ نے آہستہ سے کہا۔
"تو پھر انہیں پاگل خانے بھجوانا ہو گا تاکہ ان کا
علاج کیا جا سکے"
"ابھی بھجوا دیتا ہوں۔ ملکہ سلامت!"

عالی جاہ نے چلا کر کہا۔

"خبردار اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ ہاں تمہاری چائے پی پی کر ضرور پاگل ہو جاؤں گا۔"

لیکن ملکہ نے تالی بجا دی۔ تالی بجاتے ہی دس بارہ نمک دانیوں کی طرح کے درباری ایک دم عالی جاہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کے ساتھ اس طرح چمٹ گئے کہ عالی جاہ اپنا ہاتھ تو کیا اپنی ایک انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

وزیر نے آگے بڑھ کر جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ایک قطرہ عالی جاہ کے سر پر گرا دیا۔ عالی جاہ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

جب اُسے ہوش آیا تو وہ ایک ایسے گول کمرے میں تھا جو بہت بڑی چائے کی چینک یعنی کیتلی کی طرح کا تھا۔ اس طرح سے وہ کیتلی کے اندر بند کر دیا گیا تھا اس نے دیکھا کہ اس کے پاس نمک دانیوں کی طرح کے چار اور آدمی وہاں چائے کے چھوٹے چمچوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

چینی کہانی

وینگ کی غلطی

طفیل اختر

وینگ دیوارِ چین پر بیٹھا تھا۔

بیس سال پہلے وہ ایک خوشحال کسان تھا۔ کاٹھری زمینوں پر کھیتی باڑی کرتا کرتا۔ ڈھور ڈنگر چراتا اور دودھ ملائی کھا کر لمبی تان کر سو جاتا۔ زمینیں اسے وراثت میں ملی تھیں۔ گائے بھینسیں بھی اس کے والدین چھوڑ مرے تھے اور باغات اس کے دادا نے

اپنے ہاتھوں سے لگائے تھے ۔جن میں انگور، سیب اور امرود کثرت سے لگتے تھے۔

ایک بار اناج بیچنے وہ ٹھہر گیا جہاں اس کی ملاقات شمالی سے ہوگئی۔ شمالی سرخ ٹماٹروں کی تاجر تھی۔ اور خود بھی انہی کی طرح سُرخ تھی۔ وہ ہنستی تو اس کے دانت موتیوں کی مانند چمک اُٹھتے اور یہی مسکراہٹ وہ جادو تھا جو پہلی ملاقات میں ہی وینگ کے سر چڑھ کر بولا اور اس نے جرأت کر کے شمالی سے کہہ دیا "میرے باغ میں کسی دن آؤنا۔ وہاں بڑے میٹھے سیب لگتے ہیں"

شمالی ہنس دی۔ حالانکہ وہ بہت تیز لڑکی تھی ۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتی اور جو کوئی اُسے مذاق کرتا یا بلاوجہ مخاطب ہوتا وہ اِسے جھاڑ پلا دیتی تھی۔ مگر وینگ شاید خوش قسمت تھا کہ شمالی ہنس دی اور وہاں سے چلی گئی۔

اگلی بار پھر یہی ہوا۔ وینگ کو شمالی نظر آئی تو اس نے اسے سلام کیا اور نام پوچھا۔ شمالی بولی "میرا نام پوچھ کر کیا کرو گے"

"لکھ کر اپنے گلے میں تعویز ڈالوں گا" وینگ نے کہا۔

"تعویز سے کیا ہوگا؟" شمالی نے پوچھا۔

"تم میری ہو جاؤ گی" وینگ نے بلا جھجک کہہ دیا۔ شمالی نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر منڈی میں اپنا مال فروخت کر کے وینگ کو اپنے ساتھ اپنے گاؤں میں لے گئی ۔جہاں اسے اپنے اندھے باپ سے ملوایا ۔ جو بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق اسی دن دونوں کی شادی ہوگئی اور اندھے باپ نے اپنی آنکھوں کے نور کو وینگ کے ساتھ رخصت کر دیا۔ شمالی رخصتی کے وقت بہت روئی ۔ باپ نے کہا۔

"ہر بیٹی کا یہی مقدر ہے"

وینگ اور شمالی کے پہلے چند سال خوب مزے سے گزرے ۔ اس دوران ان کے تین بچے ہوئے ۔لیکن جوں جوں بچے بڑے ہوتے

گئے اخراجات بڑھتے گئے۔ اور آسانی ہم کی تو ن
رہی۔ تب وینگ نے ایک ہندو سادھو کی باتوں
میں آکر دنیا تیاگ دینے کا فیصلہ کیا۔ ہندو سادھو
نے اسے کہا تھا کہ پہاڑوں میں بیٹھ کر جنتر منتر پڑھنے
سے من کو شانتی ملتی ہے اور گھر کو لکشمی بھی۔

جس دن وینگ ہندو سادھو کے ساتھ پہاڑوں
کو چلا، شمالی بہت روئی۔ بچے بہت بلکے۔ لیکن اس
نے ان کی ایک نہ سنی۔ شمالی کا کہنا تھا کہ دنیا کا سکھ
محنت میں ہے۔ جبکہ وینگ کہتا تھا دولت ہے
تو دنیا ہے۔

وینگ نے بیوی بچوں کی ایک نہ مانی اور
پہاڑوں میں بھٹکتا ہوا بالآخر ایک دن دیوارِ چین
پر آ بیٹھا۔ وہ دن رات ہندو سادھو کے بتائے
ہوئے جنتر منتر پڑھتا اور سمجھتا کہ بس جلد ہی جن
اور پریاں اس کے قابو میں آجائیں گے اور دنیا
بھر کی دولت لاکر اس کے آگے ڈھیر کر دیں گے۔

تاریک راتوں میں کالے بادل جب پہاڑوں
میں خوفناک آواز کے ساتھ گرجتے تو وینگ سمجھتا
کہ جن اور دیوتا سامانوں پر چہل قدمی کر رہے ہیں۔
اور جب بجلی کی چمک اسے دکھائی دیتی تو وہ کہتا
کہ پریوں کی شادی پر آتش بازی ہو رہی ہے۔

ایک رات بہت برف باری ہوئی۔ سادھو
کی دھونی سرد ہو گئی اور وہ دونوں ٹھٹھرنے لگے۔
ہندو سادھو کو بخار آگیا تھا اور وہ کانپنے لگا
تھا۔ وینگ نے اپنے گرم کپڑے اس پر ڈال دیئے
اور گھاس پھونس جمع کرکے اس کے ارد گرد پھیلا
دی۔ تاکہ سرد ہواؤں سے وہ محفوظ رہ سکے۔ لیکن
لیکن خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ وہ رات اس ہندو سادھو
کی آخری رات ثابت ہوئی۔ جب وہ موت کی
آخری ہچکی لے رہا تھا تو اس نے وینگ سے کہا "میرے
دوست مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تجھے گھر سے
بے گھر کیا اور پہاڑوں میں بھٹکاتا پھرا۔ آج میں
جان گیا ہوں کہ جادو ٹونے میں کچھ نہیں رکھا۔ جن
پریوں اور دیو کا وجود دنیا میں ہے ضرور لیکن وہ

سب خدا کی عبادت کے لیے ہیں۔ اگرچہ ہم دنیا چھوڑ کر انہیں اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں مگر وہ بخوشی ہمارے کام نہیں کرتے کیونکہ ان کی عبادت میں خلل پڑتا ہے۔"

"سادھو مہاراج۔ ان بیس سالوں میں ہمارے قابو تو ایک جن بھی نہیں آیا۔" وینگ نے پوچھا۔

"اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہم نے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا اور خود پہاڑوں میں آ گئے۔ اپنے فرائض سے بھاگنا پاپ ہے اور اس پاپ کی وجہ سے جن اور پریاں ہم سے دور رہیں۔" ہندو سادھو نے اتنا کہا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ ابدی نیند سو گیا تھا۔

وینگ بہت پریشان ہوا۔ وہ دیوارِ چین پر تنہا بیٹھا تھا اور اس کے قریب سادھو مہاراج کی لاش پڑی تھی۔ آسمان پر مہیب بادل اور گرجتی ہوئی بجلی کی چمک۔ موسلا دھار بارش اور ٹھٹھرا دینے والی برفیلی ہوائیں۔

ہندو سادھو نے ایک بار وینگ سے کہا تھا کہ اگر وہ وفات پا جائے تو اس کی میت کو وینگ جلا دے۔ لیکن اس وقت آگ تھی نہ لکڑی۔ ہر چیز گیلی ہو رہی تھی اور پریشانی میں وہ ان دو پتھروں کو بھی کہیں گم کر بیٹھا تھا جنہیں رگڑ کر وہ آگ جلایا کرتے تھے۔

وینگ نے سوچا موسم پتا نہیں کب اچھا ہو اور تب تک سادھو مہاراج کی لاش گل سڑ جائے۔ چنانچہ اس نے لاش کو اٹھایا اور دیوارِ چین سے بھارت کی سمت اسے پھینک دیا۔ اس نے تاریکی میں بغور دیکھا کہ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور جنگل میں بکھر گئے۔ وینگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیس سال سے وہ دونوں ساتھ رہ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وینگ کو نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں کوہ قاف دیکھا۔ تختِ شاہی پر بڑا دیو براجمان تھا اور پریاں اسے پنکھوں سے ہوا دے رہی تھیں۔ خوشی کا سماں تھا۔ وینگ نے بغور سنا۔

شاہی دربار میں اعلان ہو رہا تھا۔ ایک باشتیہ کہہ رہا تھا۔ ہم قدرت کا شکر بجا لاتے ہیں کہ ہماری مخلوق کے چند افراد انسان کے قبضے میں آنے سے بچ گئے۔ کیونکہ آج وہ سادھو اس دنیا سے کوچ کر گیا جو ہمارے ساتھیوں کو اپنا غلام بنانے کے لیے دیوارِ چین پر بیٹھا جنتر منتر پڑھ رہا تھا۔ آج اس خوشی کے موقع پر شہنشاہِ کوہِ قاف کے حضور چار پریوں کا رقص ہوگا اور انگور کا میٹھا شربت پیا جائے گا۔

اس اعلان پر ہر طرف خوشی کا شور بلند ہوا۔ چار خوب صورت پریاں گھنگھرو چھنکاتی ہوئی پنڈال میں داخل ہوئیں۔ اور رقصِ آزادی شروع ہوا۔

وینگ کی آنکھ کھلی تو اسے رات کا خواب یاد تھا۔ اس نے سوچا جس طرح انسان کو اپنی آزادی عزیز ہے اسی طرح جن اور پریاں بھی آزادی کو نعمتِ خداوندی سمجھتے ہیں۔

وینگ چند دن بعد اپنے گاؤں روانہ ہوا۔ اس کا حلیہ بدل چکا تھا۔ یہ لمبے بال اور سیاہ و سفید داڑھی۔ گاؤں کے کئی لوگ اس کے پاس سے گزرے۔ لیکن کسی نے اسے نہ پہچانا۔ وہ چلتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اس کے کھیت اور گھر تھا۔ کٹیا کی جگہ ایک شاندار عمارت کھڑی تھی اور کھیت فصلوں سے اٹے پڑے تھے۔

وینگ نے درختوں کی چھاؤں میں دیکھا۔ تین جواں مرد بہترین کھانے کھا رہے تھے اور ان کے قریب تخت پوش پر ایک باوقار عورت بیٹھی تھی۔ وہ عورت شمالی تھی۔

"آؤ بابا۔ بھوکے ہو تو ہمارے ساتھ کھانا کھا لو۔" ایک جوان نے کہا۔

وینگ کی آنکھوں میں آنسو آگئے کیونکہ اس کی غلطی سے آج بیٹا اپنے باپ کو بھکاری سمجھ بیٹھا تھا۔

"شمالی"، وینگ نے شمالی کو آواز دی۔

شمالی نے چونک کر دیکھا اور اپنے شوہر کو پہچان

کر اس کی طرف لپکی — "سرتاج — آپ ؟"
"ہاں ! شمالی — میں تمہارا وینگ ہوں —
مجھے معاف کر دو —" وینگ نے روتے ہوئے
کہا۔

"ارے بیٹو ! یہ تمہارے ابا ہیں۔ انہیں
سلام کرو" شمالی نے جواں مردوں سے کہا۔
تینوں اُٹھے اور اپنے بابا سے لپٹ گئے۔
جیسے دنیا جہان کی دولت انہیں مل گئی تھی۔
"بابا ! اب تم کہیں نہیں جاؤ گے" ایک
بیٹے نے بابا کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔
"نہیں میرے بیٹو - میں غلطی پر تھا -
سب کچھ محنت میں تھا جسے میں جن، پریوں اور
دیوؤں میں ڈھونڈتا رہا - دیکھو تو — تم نے
محنت سے کیا چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ شاندار
گھر، ہرے بھرے کھیت —"
وینگ نے فخریہ سب چیزوں کو دیکھا۔
اور پھر چاروں ہنسی خوشی اپنی محنت
اور محبت کی دنیا میں رہنے لگے۔

سوال جواب

پھول ــــــ رشی پٹیالوی
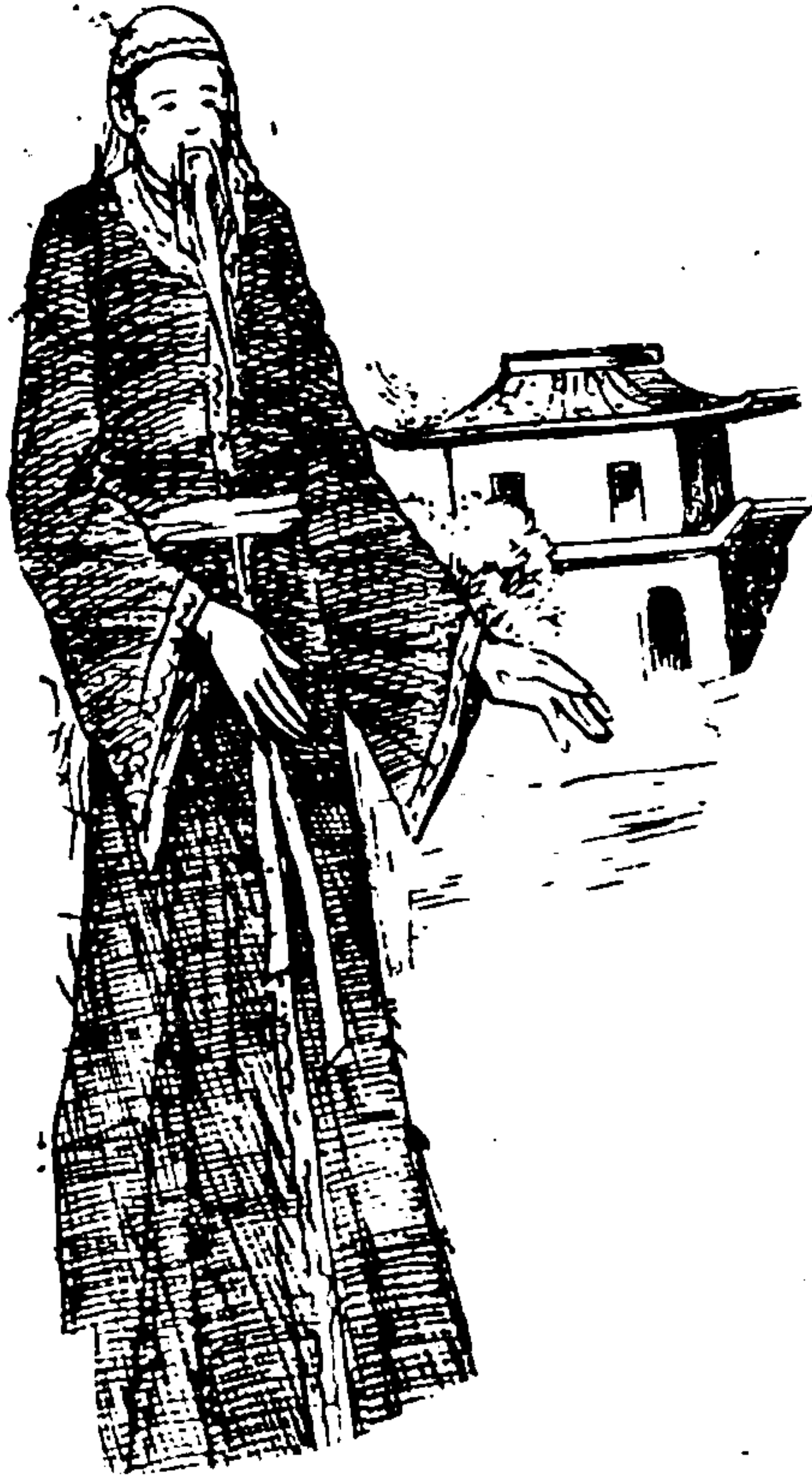
س : جناب پہلی مرتبہ سوال بھیج رہا ہوں۔
امید ہے کہ آپ جواب دیں گے۔

ج : اور اگلی مرتبہ کسی اور نام سے بھیج دیجیے گا

س : آپ ننھے میاں کی اصل صورت کب دکھا رہے ہیں؟

ج : آپ جلد ہی ننھے میاں کے صحیح چہرے کو دیکھ سکیں گے

آمنہ فیاض لاہور

س : بھائی جان کس سیارے کو زمین کی بہن کہا جاتا ہے؟

ج : زہرہ کو

س : اگر میں کوئی کہانی ارسال کروں تو کیا آپ اسے بچوں کی دنیا میں شائع کر دیں گے؟

ج : ضرور۔ اگر قابل اشاعت ہوئی تو۔

کوثر حاکم علی ــــ مائی

س : بھانجے کی تصویر ارسال کروں۔ کیا یہ رسالے میں شریک ہو سکے گی؟

ج : اچھی اور خوبصورت ہوئی تو ہم اسے شکریہ کے ساتھ رسالے میں شائع کر لیں گے۔

س : گرم سمندر کسے کہتے ہیں؟

ج : بحیرہ قلزم کو۔

امجد رضا خان۔ پشاور

س : درختوں پر چڑھنے والے بکرے کس ملک میں پائے جاتے ہیں؟

ج : آسٹریلیا میں۔

س : مقصود ایاز صاحب کی کہانیاں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ انہیں میری طرف سے مبارکباد دیدیں!

ج : ان سطور کے ذریعے ان تک مبارکباد پہنچ جائے گی۔

سلیم حیدر بلوچ فیصل آباد

س : سوال و جواب کافی عرصہ سے بچوں کی دنیا سے کیوں رہا ؟

ج : اب ایسا نہیں ہو گا۔ آپ آئندہ ہر ماہ یہ کالم بچوں کی دنیا میں دیکھ سکیں گے۔

س : ذرا جلدی سے بتائیے! ایک گھنٹے میں کتنے سیکنڈ ہوتے ہیں ؟

ج : ۳۶۰۰ سیکنڈ۔

محمد لطیف کراچی

س : تعارف ارسال کیا تھا۔ ابھی تک شائع نہیں ہوا!

ج بار ی آنے پر شائع ہو جائے گا۔

س : کہانی شائع کروانے کی کیا شرائط ہیں؟

ج : کوئی خاص نہیں۔ کہانی کی اپنی تحریر کردہ ہونی چاہیئے۔ چوری یا نقل شدہ کہانیاں رسالے میں شائع نہیں ہوتیں۔

آرم مسعود کراچی

س : بچوں کی دنیا میں اتنا پسند کیوں ؟

ج : یہ آپ کا اپنا پرچہ جو ہوا۔

س : کہانی ارسال کردوں ! کیا چھپ جائے گی؟

ج : معیاری ہوئی تو بچوں کی دنیا میں شائع ہو سکے گی۔

رضوان واسطی۔ راولپنڈی

س : کویت اور بحرین کے لفظی معنی کیا ہیں ؟

ج : چھوٹی بندرگاہ۔ دو سمندروں کے درمیان۔

س : انسانی خون جسم میں کس رفتار سے گردش کرتا ہے ؟

ج : ۷۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے

س : بھیا اگر مردوں اور عورتوں کی زبانوں کا مقابلہ کرایا جائے تو کون جیتے گا؟

ج : آپ ضرور میرے منہ سے اپنی تعریف سننا چاہتی ہیں۔

فرحت حاکم علی ۔ ماتلی

خوب ہنسئے

ماں (بیٹے سے) منے تم میرے پاؤں پر
کیوں مار رہے ہو؟

منا (امی جان آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ماں
کے قدموں (تلے) میں جنت ہوتی ہے۔
میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں۔

---

۲ حکیم صاحب، تمہیں یہ بورڈ دکھائی نہیں
دے رہا جس پہ لکھا ہے "تھوکنا منع ہے"؟
مریض! لیکن جناب میں نے بورڈ پر
تو نہیں تھوکا۔ میں نے تو فرش پر تھوکا ہے۔

(جمشید عالم لیہ)

ایک انڈے بیچنے والے نے حلوائی کو تین
درجن انڈے دیئے تو حلوائی نے کہا کہ ایک انڈہ
زیادہ ہے۔ واپس لے لو۔
انڈے والے نے کہا رہنے دو
حلوائی نے خوش ہو کر پوچھا دودھ پیو گے
تو انڈے والے کہا دودھ میں ایک انڈہ پھینٹ کر
دے دو

شاہد احمد بیگ گڈو بیراج

ایک آدمی دن کے وقت سو رہا تھا کہ اچانک
ایک مچھر نے اس کے بازو پہ کاٹ لیا اُسی آدمی نے
مچھر سے کہا۔ بھیا۔ تمہاری ڈیوٹی تو رات کو سوتی
ہے دن کے وقت کیوں کاٹتے ہو تو جواب ملا۔ آج
کل میں اوور ٹائم لگا رہا ہوں۔ (جمیل عمران بہاولنگر)

ایک آدمی شربت والے کے پاس گیا اور کہا۔ ایک گلاس شربت دینا۔ میری لڑائی ہونے والی ہے۔ شربت والے نے شربت دے دیا۔ وہ پھر بولا۔ ایک گلاس اور دینا میری لڑائی ہونے والی ہے۔ اس طرح وہ دوسرا بھی پی گیا، پھر بولا "تیسرا گلاس بھی دینا اب تو لڑائی ہونے ہی والی ہے"۔ شربت والا تنگ آکر بولا۔ آخر تمہاری لڑائی کس سے، کہاں اور کیوں ہو رہی ہے؟

وہ بولا۔ کیونکہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اس لیے لڑائی تم سے ہونے والی ہے۔

ایک دیہاتی نے اپنے گھر میں بجلی کی فٹنگ کروائی۔ کام کرنے والے نے فٹنگ سے فارغ ہو کر پوچھا۔

"جناب! بلب ساٹھ کا لگاؤں یا سو کا؟

وہ دیہاتی گھبرا کر بولا نہ نہ جی میں تو غریب آدمی ہوں دو چار روپے والا بلب لگا دو۔

دوڑ کے ایشیائی چیمپئن کا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ اسے ۱۰۵ ڈگری بخار ہے غشی کی کیفیت میں ابھرتے ہوئے چیمپئن نے پوچھا؟ کیا یہ عالمی ریکارڈ ہے؟

فرحت حاکم علی ماتلی

ماں : بچے کو انگلستان کی تاریخ پڑھتا رہی تھی۔ کہ اگرچہ نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ لیکن سارا اختیار پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

بیٹا : سمجھ گیا! امی جان جیسے ہمارے گھر کے بادشاہ تو ابا جان ہیں لیکن پارلیمنٹ آپ ہیں۔

لڑکا : (نائی سے) میری حجامت اچھی طرح بنانا۔

نائی : حجامت کس نمونہ کی ہو

لڑکا : جیسے میری والد صاحب کی ہے یعنی درمیان سے صفائی اردگرد باریک بھالر (خلیل الرحمٰن ساقی

ان سے ملیے

نام : فاروق ندیم رحمانی عمر : ۱۵ سال

تعلیم : دہم

مشغلے : ٹکٹیں جمع کرنا۔ رسائل میں لکھنا۔ نماز پڑھنا

قلمی دوستی کرنا۔

پتہ : عالی جاہ فلور ملز نزد جامع مسجد نشتر روڈ

میاں چنوں۔ ملتان

نام : عرفان شہزاد عمر ۱۶ سال

مشغلہ : قلمی دوستی کرنا۔ بچوں کی دنیا پڑھنا۔

پتہ : معرفت قومی کریانہ اینڈ جنرل سٹور

نزد فلور ملز فتح جنگ روڈ۔ اٹک

نام : عاشق حسین شہزاد عمر ۱۴ سال

مشغلے : قلمی دوستی کرنا۔ ٹکٹیں جمع کرنا۔

پتہ : ہاؤس نمبر ۸۵۴۔ بی۔ نزد ظفر دواخانہ

کمالیہ

نام : آصف اقبال عمر ۱۶ سال

مشغلے : قلمی دوستی کرنا۔ کرکٹ کھیلنا

پتہ : ہاؤس نمبر ۸۵۴۔ بی نزد ظفر دواخانہ

کمالیہ

نام : رئیس احمد جاوید عمر ۱۵ سال

مشغلے : بیڈمنٹن کھیلنا۔ قلمی دوستی کرنا

خطوط کے جواب دینا۔

پتہ : بنگلہ ٹی آئی ریلوے بھکر رئیس احمد جاوید کو ملے

نام : رانا اسرار احمد خاں عمر ۱۶ سال
مشاغل : قلمی دوستی۔ کرکٹ کھیلنا۔
پتہ : صدر بازار۔ نزد مسجد اڈے والی۔ کمالیہ

نام : نفیس رحمان عمر ۱۱ سال
مشغلے : قلمی دوستی کرنا۔ ٹکٹ جمع کرنا۔
پتہ : آرکو ریڈیو صدر کراچی ۳

نام : ایم یوسف خواجہ عمر ۱۷ سال
مشغلہ : بچوں کی دنیا پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتہ : رضا لائبریری چوک خواجگان پنڈدادنخان

نام : جاوید حسین عاصی عمر ۱۳ سال
مشغلہ : چھوٹے بچوں سے محبت کرنا اور بچوں کی دنیا پڑھنا۔
پتہ : لیاقت جیولرز صرافہ بازار پنڈدادنخان

نام : عبدالعلیم قمر عمر ۱۷ برس
مشغلے : ٹکٹیں جمع کرنا۔ رسالے پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا۔
پتہ : ویرم چک نمبر ۴ براستہ پتوکی ضلع قصور

نام : شاہد عمران عمر ۱۱ سال
مشغلے : کرکٹ کھیلنا اور بچوں کی دنیا پڑھنا۔
پتہ : ماسٹر حاکم علی، نزد پوسٹ آفس ماتلی ضلع بدین

نام : عصمت ندیم عمر ۱۲ سال
مشغلے : کہانیاں پڑھنا اور ٹکٹ جمع کرنا۔
پتہ : ماسٹر حاکم علی۔ نزد پوسٹ آفس ماتلی ضلع بدین

نام : عبدالرحیم ساجد عمر ۱۰ سال
مشغلے : بچوں کی دنیا پڑھنا۔
پتہ : ویرم چک نمبر ۴ براستہ پتوکی ضلع قصور

شیشے کا آدمی
ستّار طاہر

انسپکٹر سجاول خان جلتا بھنتا پولیس سٹیشن پہنچا۔ پولیس سٹیشن پہنچ کر اس نے سوچنا شروع کر دیا کہ وہ آئی جی صاحب سے کیا شکایت کرے۔ کیا کہے وہ بڑی مشکل میں گرفتار تھا۔ ایک طرف جھوٹ تھا۔ دوسری طرف سچ۔ دونوں باتوں سے اسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے بہر حال آئی جی صاحب کو فون کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اس نے بڑے گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں آئی جی صاحب کو سارا ماجرہ سنایا اور کہا کہ رضوی صاحب نے اسے حکم دیا تھا۔ وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ پچھلی رات وہ اکیلا ہی منصور کی کوٹھی پر گیا تھا آئی جی اس کی باتیں اور قسمیں فون پر سنتے رہے۔ انہوں نے کہا۔

"تم کچھ دیر انتظار کرو۔ میں تمہیں خود فون کر دوں گا۔"

فون بند کر کے آئی جی صاحب نے کچھ سوچا پھر رضوی صاحب کا فون نمبر ملایا۔ آئی جی کی آواز فون پر سنتے ہی رضوی صاحب نے کہا۔

"سر! مجھے یقین تھا کہ آپ ہی فون کریں گے۔"

"رضوی صاحب آپ کو کیسے یقین تھا کہ......"

"اس لیے کہ میں نے کل ہی آپ سے ایک درخواست کی تھی۔ جسے آپ نے منظور کیا تھا۔ اور مجھے آزادانہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ ذمہ داری سنبھالنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن پہلے ہی مرحلے پر آپ نے پھر مجھے آزادی سے کام کرنے کی اجازت نہ دی۔"

آئی جی رضوی صاحب کی بات سمجھ گئے۔ ان کا طنز ان پر اثر کر گیا۔ وہ بولے۔

"مگر رضوی صاحب آپ نے انسپکٹر سجاول خان سے تحریری بیان مانگا ہے۔"

"جی ہاں! اس لیے کہ وہ جھوٹا ہے وہ ایک بڑی سازش میں شریک ہے۔"

چند لمحوں تک آئی جی خاموش رہے پھر بولے۔

"مجھے افسوس ہے۔ میں نے آپ کے کام

میں مداخلت کی۔"
یہ کہہ کر آئی جی صاحب نے فون بند کر دیا۔
رضوی صاحب نے فون بند کر دیا۔ رضوی صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آنے لگی۔
آئی جی صاحب نے انسپکٹر سجاول خان کو فون کیا۔
"انسپکٹر جو سچ ہے وہ رضوی صاحب کو لکھ کر دے دو۔ فوراً۔ اور انہیں اس کی اطلاع ان کے گھر پر فون پر دے دو۔"
اتنا کہنے کے بعد انسپکٹر سجاول خان کا فون بند ہو گیا وہ ہکا بکا رہ گیا اسے یقین نہ آرہا تھا کہ آئی جی صاحب نے اسے حکم دیا تھا۔
طیش میں آکر انسپکٹر سجاول خان نے ایک کاغذ پر لکھنا شروع کر دیا کہ پچھلی رات کو ساڑھے بارہ بجے وہ منصور کی کوٹھی پر اکیلا ہی گیا تھا۔ اس کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے دستخط کیے اور ایک بار پھر اس عبارت کو پڑھ کر رضوی صاحب کو فون کیا۔
"میں تحریری بیان بھجوا رہا ہوں۔"
اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔
رضوی صاحب مسکرانے لگے۔
اتنی دیر میں موتی بھی کوٹھی میں داخل ہو چکا تھا۔ جس طرح سے اندر آکر وہ مراد اور رضوی کے قدموں میں لوٹنے لگا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب آیا ہے۔
ابھی وہ موتی کو تھپتھپا رہے تھے کہ ایک کانسٹیبل اندر آیا۔ اس نے رضوی صاحب کو ایک خط دیا اور سلام کر کے چلا گیا۔
رضوی صاحب نے لفافہ چاک کیا اس میں تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا۔ اسے پڑھا اور مسکرائے۔ اور پھر مسکرا کر موتی کی طرف دیکھا۔
اس وقت رضوی صاحب کے دل میں کئی باتیں ایک ہی وقت میں پیدا ہو رہی تھیں۔ لیکن انہوں نے ان باتوں کو ذہن سے جھٹکا اور مراد سے کہا۔

"موتی اور تمہارا کام آج سے بڑھ گیا ہے۔"

مراد ان کا اشارہ سمجھ گیا اور پھر وہ موتی کو ساتھ لے کر چل دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کار میں سوار تھے۔ موتی اور مراد رضوی صاحب کے پاس ہی بیٹھے تھے جو کار ڈرائیو کر رہے تھے۔ موتی ان کو راستہ بتا رہا تھا۔ جب کار نیاز کی کوٹھی کے سامنے پہنچی تو رضوی صاحب کے بازو پر موتی نے اپنا پنجہ رکھ دیا۔

رضوی صاحب نے کار روک لی۔ اسے کوٹھی کے باہر ایک طرف کھڑا کیا اور انہوں نے کوٹھی کے قریب جا کر اس کا جائزہ لیا۔

وہ سمجھ گئے کہ یہ کس نیاز کی کوٹھی ہے ان کے چہرے پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اور پھر وہ کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔

برآمدے کی کرسیوں میں سے ایک کرسی پہ ناصر بیٹھا تھا رضوی صاحب کو وہاں دیکھ کر واقعی تعجب ہوا۔ انہوں نے اپنی حیرانی پر جلدی قابو پا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نیاز باہر آیا۔

اس نے رضوی صاحب کا بڑے تپاک سے استقبال کیا اندر آنے کی دعوت دی لیکن رضوی صاحب نے وہیں کرسیوں پر بیٹھنے کو ترجیح دی۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میرا خیال ہے کہ پہلے میں اپنے ساتھیوں کا آپ سے تعارف کرا دوں۔"

رضوی صاحب نے کہا۔

"یہ مراد ہے اور یہ موتی۔ اور موتی ہیں آپ کے ہاں لے کر آیا ہے۔"

نیاز نے موتی کی طرف دیکھا۔ چہرے کا رنگ بدلا۔ پھر وہ مسکرایا اور بولا۔

"کمال ہے آپ ایک کتے کے کہنے پہ یہاں تشریف لائے۔"

"اس میں کمال کی کوئی بات نہیں۔ آپ ہمارے شہر کے مشہور آدمی ہیں۔ سماجی کارکن، لیڈر، مخیر اور دولت مند۔ اور میں آپ سے اعانت کا طلب گار ہوں۔"

رضوی صاحب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"حکم کیجئے"

نیاز نے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"آج صبح انسپکٹر سجاول خان آپ سے ملنے کے لیے"

رضوی صاحب نے پوچھا۔

ایک لمحے کے لیے نیاز کے چہرے کا رنگ بدلا اور دوسرے لمحے اس نے کہا۔

"کون انسپکٹر سجاول خان........؛ میرے ذہن میں نہیں آرہا۔ ویسے میں ابھی ابھی سو کر اُٹھا ہوں آج صبح پہلی ملاقات آپ سے ہی ہوئی ہے"

"آپ انسپکٹر سجاول خان کو نہیں جانتے؟"

رضوی صاحب نے پوچھا۔

"اوہ انسپکٹر سجاول خان۔ ہاں ان سے میری جان پہچان ہے کئی دوسرے افسروں کی طرح۔ لیکن ان سے میری دوستی یا بے تکلفی نہیں ہے"

"واقعی"

وہ آج صبح آپ سے یہاں ملنے کے لیے نہیں آئے۔ رضوی صاحب نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ وہ بھلا مجھے کیوں ملنے آنے لگے۔ بات کیا ہے رضوی صاحب! آپ پہلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں"

نیاز نے کہا۔

"میں چائے کے لیے کہتا ہوں"

"چائے کا شکریہ۔ آپ زحمت نہ کریں ذرا ذہن پر زور ڈال کر بتا دیں کہ کیا انسپکٹر سجاول خان آپ سے آج صبح ملنے کے لیے نہیں آیا"

"جی نہیں۔ ہرگز نہیں"

نیاز نے زِچ سا ہو کر کہا۔

"ہمارا طوطا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ کبھی دھوکہ نہیں کھاتا۔ کبھی دھوکہ نہیں دیتا"، رضوی صاحب نے کہا۔

نیاز یک دم بھڑک پڑا۔

”جناب آپ میری توہین کر رہے ہیں آپ گویا مجھے جھوٹا اور دغاباز کہہ رہے ہیں۔ ایک کتے کے مقابلے میں“

رضوی صاحب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے انہوں نے کہا۔

”چلو موتی! تم نے اپنا فرض انجام دے دیا ہے ان کو پہچان لو“

موتی بھونکا جیسے کہہ رہا ہو۔

”میں ان کو خوب پہچانتا ہوں“

رضوی صاحب نے آہستہ سے کہا۔

”مجھے افسوس ہے ہم نے آپ کو زحمت دی“

پھر یک دم پلٹ کر کہا۔

”آپ اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ آپ نے ناصر کو پناہ دے رکھی ہے۔

نیاز نے تیزی سے جواب دیا۔

”رضوی صاحب ناصر مجرم نہیں میرا دوست ہے“

”میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اور اب آپ کو بھی جان گیا ہوں“ موتی بھی آپ کو اچھی طرح پہچان چکا ہے“

یہ کہہ کر وہ تیزی سے چل دیئے۔

بچوں کی دنیا
REGD NO.
385
مئی
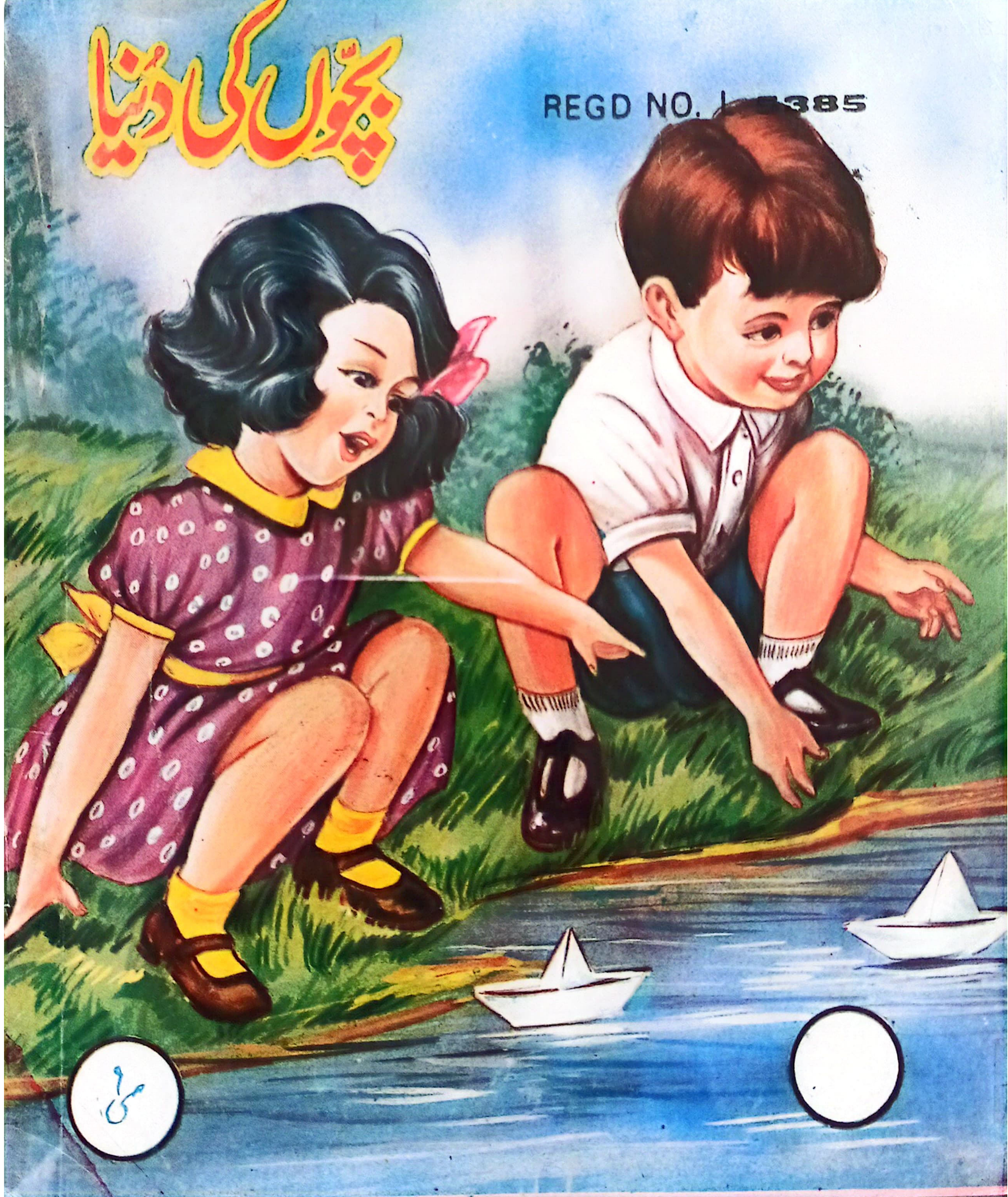
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من **اردو بکس** آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

1۔ گروپ میں یا گروپ ایڈ من سے کوئی بھی بات / درخواست / فرمائش کرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کو فروغ دیں۔

2۔ ایڈمنز یا دیگر ممبرز جو بھی اچھی پوسٹ کریں اس پر کمنٹس / سٹکرز / ایموجیز / رائے لازمی کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور دیگر ممبران کو بھی اس کتاب / پوسٹ کی اہمیت کا اندازہ ہو۔

3۔ گروپ ایڈمنز سے پرسنل سوالات یا بحث مت کیجئے۔ صرف کتب کے متعلق دریافت کریں یا درخواست کریں۔

4۔ ایڈمنز اور ممبرز سے اخلاق سے پیش آئیں۔ اگر ہم ادبی گروپ میں موجود ہیں لیکن ہماری اخلاقیات معیاری نہیں تو ہمیں ادبی گروپ کا ممبر کہلانے کا بھی کوئی حق نہیں۔ کوئی ممبر کسی دیگر ممبر کے انباکس میں میسج نہیں کرے گا ورنہ ریموو کر دیا جائے گا۔

5 گروپ میں یا ایڈ من کے انباکس میں وائس میسیج، ویڈیوز بھیجنے کی حرکت مت کریں ورنہ ریموو اور بلاک کر دیئے جائیں گے۔

6۔ گروپ میں کسی بھی قسم کی مذہبی فرقہ پرستی / سیاسی / انتشار پھیلانے والی گفتگو سختی سے منع ہے

سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخ صحابہ و اہلبیت، دہشت گرد / کالعدم / پاکستان مخالف تنظیموں کے افراد یا ایسے غیر مسلم جو پاکستان اور اسلام کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے فزیکلی / روحانی / ذہنی سپورٹرز ہوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہٰذا ایسے اشخاص سے گزارہ ہے کہ گوپ جوائن کرنے کی بالکل بھی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

7۔ تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے وٹس ایپ گروپس میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

8۔ یاد رہے کہ ہمارا کوئی کتب خانہ / دوکان / شاپ / سٹور نہیں ہے نہ ہم کوئی کتاب پبلش کرتے ہیں نہ ہی اسکین کرتے ہیں۔ نہ ہی ہمیں کسی پبلشر کی خدمات ہی حاصل ہیں کہ ہم کسی کی کتاب چھاپیں۔ جو کتاب انٹرنیٹ سے نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کرلی جاتی ہے۔

0312-0060411	0343-7008883	سپر ایڈ من
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد (ہاشو)	راؤ ایاز

(گروپس میں صرف ناولز، لطائف، تاریخ، اسلام اور تدریسی کتب ہی شیئر کی جاتی ہیں کسی بھی متنازعہ / بین شدہ / پاکستان وادارہ مخالف یا ممنوعہ کتاب سے ایڈوانس معذرت)

جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

7۔ ہمارا گروپ جوائن کرنے کے لئے درج ذیل لنکس پر کلک کریں اور وٹس ایپ سلیکٹ کر کے جوائن کر لیں۔ صرف ضروری گروپ ہی جوائن کریں۔

8۔ گروپ رولز سخت ہیں لیکن ممبرز کی سہولت کے لئے ہیں

گروپ فل ہونے یا لنک ریووک ہونے کی صورت میں ایڈمن سے صرف وٹس ایپ پر لکھ / ٹائپ کر کے میسیج کریں۔ وائس نوٹ سے گریز کریں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل سم پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔

9. ڈیمانڈ صرف صبح 9 سے 2 بجے تک کریں (جمعہ اور اتوار کو چھٹی) اپنی ڈیمانڈ کے بعد 48 گھنٹے تک پوسٹنگ کا انتظار فرمائیں نہ ہونے پر دوبارہ یاد کروادیں (ایڈمنز کی مصروفیت کی بناء پر اپنی ڈیمانڈ یاد کروانا ممبرز کی ذمہ داری ہے)۔ پوسٹنگ گروپ میں ہی ہو گی انباکس میں نہیں کی جائے گی۔ شکریہ

فیمیل کے لئے الگ گروپ موجود ہے جو صرف فیمیلز کو ہی مہیا کیا جائے گا

اللہ کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو

0312-0060411	0343-7008883	سپر ایڈمن
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد (ہاشو)	راؤ ایاز

ختم نبوت ﷺ زندہ باد

عظمت صحابہ زندہ باد

ایڈ منز اردو بکس کے گروپ لنکس

گروپ	لنک
اردو بکس اسلامک اسٹڈیز	https://chat.whatsapp.com/DA70HFOxkhKLwJy0mzqidc
اسلام کی پکار (قرآن مجید آڈیو/ویڈیو/پی ڈی ایف)	https://chat.whatsapp.com/IjkbHJO88FFDh026ylNgAA
ناول گھر (اردو ناولز کے لئے)	https://chat.whatsapp.com/HBqBr1YE5DY1J8oxZrD9T9
ناولز کے لئے (اردو بکس ناول گروپ)	https://chat.whatsapp.com/HLPn7L2KWHMHWZrgxcHSRF
شعر شاعری کے لئے (بزم سخن وادب)	https://chat.whatsapp.com/Gjwj37hWiSmI4dpnDkpopm
فلم/ڈرامہ/انٹرٹینمنٹ (سلمان انٹرٹینمنٹ)	https://chat.whatsapp.com/Fa4dYqZAQXJHIUNmVzRGiQ
بچوں کی کہانیوں کے لئے گروپ (بچوں کی دنیا)	https://chat.whatsapp.com/KZma6EsFv3UIFlUfg5Z3wy
تحریری پوسٹنگز/گپ شپ، معلوماتی مضامین اور ادبی گفتگو کے لئے گروپ (بزم یاراں)	https://chat.whatsapp.com/EeXrH9V5GF9FVezvPdPPtR
اخبارات اور کالمز کے لئے (سلمان اخبار گھر)	https://chat.whatsapp.com/BTGPh1dGGKt2CwZGLHtyQY
تدریسی کتب، نوٹس، پاسٹ پیپرز، جاب کی تیاری وغیرہ کے لئے (اردو بکس ایجوکیشنل گروپ)	https://chat.whatsapp.com/K9bd4QuCDjOL6A2z4Cw2GC
آن لائن کپڑے ہینڈ بیگ شاپنگ کے لئے بااعتماد گروپ (سلمان آن لائن شاپنگ)	https://chat.whatsapp.com/DpufpXzLi1sAhRgqVdgmdq
فیمیل کمیونٹی گروپ	https://chat.whatsapp.com/Hc6GmeSZA9NAKA38hlKCK6

کسی بھی گروپ کا لنک ریسیٹ ہونے پر ایڈ منز سے رابطہ فرمائیں۔ شکریہ

0312-0060411
محمد سلمان سلیم

0343-7008883
پاکستان زندہ باد (ہاشو)

سپر ایڈ من
راؤ ایاز